سبحان اللہ کمال بلاغت اور اعجاز کلام حضرت ملک علام کو بنظر غور دیکھنا چاہیے کہ ذکر اوصاف صحابہ کرام اور مختصوصان خاص آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام مین کس ترکیب عجیب و ترتیب غریب کے ساتھ اون حضرات کے صفات کمالات خاصہ کو ارشاد فرمایا اور ترتیب مراتب خلفای راشدین کو کس پیرایہ عجیبہ مین تمام اہل اسلام پر جتایا چونکہ صحابہ کرام رموز دان کلام حضرت ملک علام کے تھے گویا انھین کنایات بلغ مین ان حضرات کی ترتیب خلافت کو بھی کہہ سنایا علاوہ ان سب کنایات ابلغ من التصریح کے ایک اور ایمای صریح اس مقام مین یہ بھی ہے کہ ان جملہ کنایات ابلغ اور توصیفات مصرح بتصریح تام کے اختتام پر جملہ لیغیظ بہم الکفار ارشاد فرمایا تاکہ دلیل ہو اس بات پر کہ صحابہ کرام آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام سے جلنا اور بغض و عداوت اونکے ساتھ برتنا کام اہل اسلام کا ہرگز نہین ہے

عذر تقصیر

ادای حمد و ثنای خدا سے بہت سخت اشکال بلکہ سراسر امر محال ہے جہان حضرت سرور انبیا نے ماعرفناک حق معرفتک فرمایا وہان اور کسی بو الفضول کو دم مارنیکی بھلا کیا طاقت و مجال ہے ؎ سبحان خالقی کہ صفاتش زکبریا + برخاک عجز میفگند عقل انبیا + گر صد ہزار سال ہمہ خلق کائنات + فکرے کنند در صفت عزت خدا + آخر بعجز معترف آیند کای الٰہ + دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما + بیان نعت حضرت خیر البراسرور خاتم انبیا کسکا مقدور ہے جہان بڑے بڑے اولیا اور علما اور فضلاے بیمثل و یکتا سے سوا اظہار

سخن و تعریف کے اوسکے بیچ مین نہین آیا ہو بان اور کسی ظلوم و جہول کو دخل نطق
دینا سراسر خلاف عقل و شعور ہی آنحق جسطرح ذات خداوند خالق کائنات
کی مرتبہ وجوب مین بیمثل و بیہمتا یکتا ہین کہتے ہین اسیطرح ذات جامع الصفات
حضرت سرور کائنات بھی بسبب مظہر اتم اور آئینہ جمال بیمثال حضرت خداوند
ذو العز و الجلال ہونیکی مرتبہ امکان مین سب سے بے مثل و مانند ہی واقع ہوئی ہی
پس کسکی مجال ہی کہ تعریف ایسی ذات بیمثال کی کر سکے ع یا صاحب الجمال
و یا سید البشر ۔ من وجہک المنیر لقد نور القمر ۔ لایمکن الثنا کما کان حقہ ۔
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۔ علاوہ اسکے خداوند عالم نے اپنے
کلام قدیم مین خود مدح و توصیف آنحضرت اور آل اطہار و اصحاب کبار
آنحضرت کی فرمائی ہی پس جن حضرات کی مدح و صفت خود قرآن مجید ہی
خلق کو کیا مجال ہی کہ اونکی تعریف مین ذرا بھی دم مار سکے ع

مدح آل و مدح اصحاب کرام		ہست خارج از حد نطق انام

ہر گاہ بیقین معلوم تھا کہ انسان ضعیف و نحیف نہ حمد خداوند جل علی کی
طاقت رکھتا ہی نہ نعت حضرت رسالت و مدح و ثنائی آل و اصحاب والا جناب کی تاب و لیاقت
لہذا بمقتضای عزای لااحصی ثنا علیک انت کما اثنیت علی نفسک دیباچہ
کتاب کو اوسی خداوند بیچون و بیچگون کے کلام پاک سے مزین کرنا مناسب
جانا اور نعت حضرت سرور کائنات اور مناقب حضرات آل و اصحاب
برگزیدہ صفات مین بھی بعض آیات کلام حضرت پاک علام ہی کو زیب
عنوان بیان کروانا اما بعد گنہگار سراپا قصور الراجی الی عفو

زبدۃ الغفور سید معظم حسین ابن غفران مآب سید امداد علی
غفر اللہ لہ و لوالدیہ و رحم اللہ علیہما و علیہ متوطن قصبہ شائستہ آباد
علاقہ بریسال من اضلاع ممالک بنگالہ خدمت برادران دین اور احباب
صاحب صدق و یقین میں یوں عرض رسا ہے کہ اجداد اس عجز نہاد کے
سادات کرام مقام بغداد سے تھے من بعد بوسیلہ نسبت مصاہرت
مالک شائستہ آباد کی زمینداری کے ہوئے اونھین کی نیک نیتی اور
حسن اعمال کی برکت ہے کہ حق تعالے نے بتصدق اپنے حبیب و یگانہ
افضل موجودات رحمت عالمین شافع یوم الدین رسول مقبول صلی اللہ علیہ
وسلم کے اس ضعیف و نحیف کو آج کے دن باعزت و حرمت بلا فساد و
خرخشہ مابین الشرکا و جملہ آفات دنیاوی سے محفوظ اور ساتھ انواع نعمات
و احسانات کے محظوظ فرمایا ہے اور علاوہ ریاست زمینداری معتدبہ کے
جو کہ حیثیت اور لیاقت اس نالائق اذل خلائق سے بدارج زیادہ تر ہے
عہدہ جلیلہ جج عدالت خفیفہ اضلاع کشتیا پبنہ وغیرہ تین مقامات کے
ساتھ بتفضل و کرم خداوند کریم کارساز شرف امتیاز اس خاکسار ذرہ بیمقدار
نے پایا ہے ان دنون بسبب انواع گزند اور حوادث چند در چند یعنی وفات
بیہم دو برادر بزرگ سید تجمل علی مبرور اور سید عبد المجید خان بہادر
مغفور سابق ڈپوٹی مجسٹریٹ ضلع ڈھاکہ کے اور بھی انتقال سراپا ملال
برادر خرد و سید عبد اللہ خان بہادر مرحوم کے جو کہ درجۂ اول کے
جج عدالت مطالبہ خفیفہ شہر ڈھاکہ کے تھے اللہم اغفر لہم و ارحمہم برحمتک الذی وسعت

دل اتشار منزل پر عجب طرح کے صدمات پے در پے گذرے کہ بیان
اوسکا نہین ہوسکتا اور کیفیت درد دیگر تو صورت حال ہی سے ظاہر ہے لیکن
چونکہ بمقتضای فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ کوئی کام خداوند علیم و حکیم کا حکمت
سے خالی نہین ہوا کرتا لہٰذا بمضمون عسی ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم
ظاہرا غلبۂ صدمات مین بھی حکمت یہی معلوم ہوئی کہ اس دل سراپا اسیر
دام تعلقات دنیوی کو ایک طرفۃ العین مین جملہ بندہاے سے رہائی
کلی ہوگئی اور تمام دنیا و ما فیہا سے یکبارگی دل اوچٹگیا کسی طرح کی لذت
اور فرحت امور دنیا کی باقی نرہی شوق زیارت حرمین شریفین زادہما
اللہ شرفا و تعظیما جو ایک مدت سے مثل آتش دل سنگ کے مستور و مستتر تھا
اور انھین تعلقات کے سبب سے ظہور اوسکے اثر کا اصلا نہین ہوتا تھا
وقوع صدمات پیاپے سے شرارے اوس شوق کے بے اختیار باہر
آنے لگے دمبدم اثر اپنا دکھلانے لگے گویا ہر ضرب صدمہ غم سمند شوق
کے واسطے تازیانہ تھا کہ عزم مصمم اور ارادہ موثق بسبب اوسکے حاصل ہوا
پس چونکہ اوس جناب پاک کی حاضری کے لیے کسیقدر قابلیت اور صلاحیت
کا پیدا کرنا بھی ضرور تھا لہٰذا بموجب قول قائل کے صحب اخا کرم تحظی بصحبتہ
فالطبع مکتسب عن کل مصحوب ۞ والریح اخذۃ مما تمر بہ ۞ نتنا من النتن او
طیبا من الطیب ۞ واسطے حاصل کرنے تزکیہ نوع ما اور دریافت اسرار و
نکات عبادات کے واسطے استفادہ صحبت دوستان تنہائی کیطرف کہ عبارت کتب
و رسائل علوم دینی سے ہے ہمہ اسمہ رغبت خاطر منتشر ہوئی لیں ملک لعم

کتب دینی سے اکثر اوقات فیضیاب ہوتا تھا اور اگرچہ اکثر باتین خاطر ملول و محزون میں مستحضر نہین نعم ما حسب مقولہ سے ۵ ابعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ہو ہو المسک ما کررتہ یتضوع ۵ بار بار ان بعض فوائد کی تحریر و تقریر سے زنگ غم دنیوی کو آئینہ دل تشتت منزل سے کھوتا تھا یہانتک کہ وہ تحریرات بقدر ایک چھوٹی سی کتاب کے مجتمع ہوگئین تب یہ خیال ہوا کہ اگر یہ دفتر پریشان مرتب ہو کر مطبوع ہو جاوے تو عموما جمیع مسلمانون کو اور خصوصا میری اولاد و احفاد اور احباب اور اصحاب کو مفید و بکار آمد ضرور ہے اور کیا عجب ہے کہ مسلمان بھائیونکی خیر خواہی سے ایک ثواب عظیم اس خاکسار کو حاصل ہو کیونکہ اس وقت بنا بر فکر معیشت جو لوگ کتب مطول عربی و فارسی کی سیر سے معذور ہین اگر اس مختصر اردو رسالہ کو گاہے ماہے دیکھ لیا کرینگے تو ضرور ہے کہ اونکے دلون پر اثر کرے اور طبیعتون کو گداز کی حاصل ہو لہذا بنظر انتفاع عام اہل اسلام کے اون فوائد منتشر کو اس خاکسار ذرہ بیمقدار نے فی الفور پیرایہ جمع و ترتیب دیا اور نام اس کتاب کا **تقویم السعادت و تعلیم العبادت** مقرر کیا واللہ الموفق والمعین وعلیہ توکل وبہ نستعین ٭

آغاز عنوان کتاب بیمن توفیق خداوند ملک وہاب

مخفی نرہے کہ یہ کتاب مشتمل ہے اوپر بیان ارکان اسلام کے اور اسلام عبارت ہے انقیاد ظاہر سے یعنی گواہی دینا الوہیت پر اور نبوت پر اور اقرار و انقیاد

ظاہر کرنا اور باقی جملہ احکام دین متین سے کے اور چونکہ ارکان اسلام کے پانچ ہین اول ایمان یعنی تصدیق ساتھ وحدانیت و رسالت وغیرہ کے دوم نماز پنجگانہ سوم زکوٰۃ مال چہارم صیام رمضان پنجم حج خانہ کعبہ لہذا پانچ عنوان مین بطور رسائل مستقل علیحدہ علیحدہ بیان کرنا پانچون ارکان کا مناسب معلوم ہوا تاہر ایک رسالہ اس کتاب کا واسطے دریافت مطالب ایک ایک رکن اسلام کے جداگانہ بطور مستقل رہے اور چونکہ اصل اصول اور موقوف علیہ جملہ ارکان کا ایمان ہے لہذا اول شروع بیان ایمان سے کیا

رسالہ اول در بیان ایمان

جاننا چاہیے کہ ایمان عبارت ہے مجرد تصدیق قلبی سے یعنی یقین کرنا ان سب امور کا جو کہ بروایات صحیح بخاری شریف وغیرہ کتب حدیث مین مذکور ہین اور بیان ایمان کا احادیث سے اس طرح پر ثابت ہے کہ ایمان یقین کرنا ہے اللہ پر اور اوسکے فرشتون پر اور اوسکی کتابون پر اور اوسکے رسولون پر اور قیامت پر اور تقدیر پر خواہ تقدیر خیر ہو خواہ شر اور جس گاہ ایمان مجرد تصدیق یعنی امر قلبی محض ٹھہرا تو اقرار باللسان کہ قسم اعمال جوارح سے ہے داخل حقیقت ایمان نہوا اسیواسطے کلام حضرت مالک علام مین جہان کہین مذکور ایمان آیا ہے صرف تعلق قلب ہی کے ساتھ اسکو ذکر فرمایا ہے قولہ تعالیٰ اولئک کتب فی قلوبہم الایمان وقولہ تعالےٰ ولما یدخل الایمان فی قلوبکم وایضاً قولہ تعالیٰ وقلبہ مطمئن بالایمان غرض ان سب آیات

خارج ہونا تلفظ لسانی کا حقیقت ایمانی سے بخوبی ظاہر ہے علاوہ اسکے آیۂ
ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات میں عمل صالح کے ایمان پر معطوف
آنے اور بمقابلہ ایمان جدا ذکر کیے جانے سے بھی جدا ہونا اقرار لسان
کا حقیقت ایمان سے بخوبی روشن و باہر ہے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اقرار لسانی
وقت حاصل ہونے قدرت و اختیار اقرار کے شرط ہے واسطے ایمان کے اگر کوئی شخص با وجود
حصول قدرت و اختیار کے اس اقرار سے عمداً گریز کرے تو بمقتضائے اذا فات الشرط فات المشروط
مومن ہرگز خیال نکیا جائیگا بلکہ اطلاق کفر اوسپر آئیگا پس نفس ایمان کے
واسطے اقرار لسانی اگرچہ جزء حقیقت ثابت نہوا لیکن موقوف علیہ ایمان
کا ضرور ٹھہرا اور حقیقت اسلام کے واسطے تو اقرار لسانی بلاشک جزء
اعظم اور مدار اتم واقع ہوا ہے کس واسطے کہ اسلام عبارت ہے قبول و
انقیاد ظاہر سے یعنی تلفظ بکلمۂ شہادت اور اقرار ساتھہ باقی اعتقادات
اور ضروریات دین متین کے بلکہ اسلام کامل کی حقیقت میں تو سوائے اقرار
باللسان کے عمل بالارکان یعنی صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ بھی داخل ہیں
اور بھی مخفی نرہے کہ بعض محققین دین متین کی تحقیق اس مقام میں اس
طرح پر ہے کہ اقرار باللسان اور عمل بالارکان گو اوس قسم کے اجزائے اصلی
تو حقیقت نفس ایمان کے نہیں ہیں جنکے فقدان سے فقدان نفس حقیقت
ایمان لازم آوے لیکن اس قسم کے اجزا بلاشبہہ ہیں کہ جملہ رونق وخوبی
ایمان کی انھیں اجزا پر موقوف و منحصر ہوا کرتی ہے کس واسطے کہ ایمان مثل
ایک درخت کے ہے اور اقرار باللسان اور عمل بالارکان مثل شاخون او

پتون اور پھل پھول اوس درخت کے ہین پس شاخ اور پتے اور پھل پھول کو اوس قسم کے اجزاے اصلی تو درخت کے واسطے نہین ہین جسکے اون امور سے انعدام سے نفس درخت لازم آوے بلکہ اگر یہ اجزا بالکل معدوم ہون تب بھی تنہ صرف درخت درخت ضرور کہا جاتا ہی لیکن جملہ رونق وخوبی درخت کی انہین شاخون اور پتون اور پھلون اور پھولون پر متوقف ومنحصر ہوا کرتی ہی پس جو درخت کہ شاخون اور پتون اور پھلون اور پھولون کے ساتھہ رونق وسرسبزی رکھتا ہو اوس درخت کی رونق وخوبی اور زیبائی کے سامنے جیسی کچھہ حقیقت اس درخت تنہ محض کی ہوا کرتی ہی پر ظاہر غرض ایمان مجرد از اقرار باللسان وعمل بالارکان اور ایمان مقرون باقرار باللسان وعمل بالارکان کے فرق وتفاوت کو ان دونون قسم درخت کے فرق وتفاوت سے دریافت کرنا چاہیے

سوال اقرار لسانی کو جو شرط حقیقت ایمانی بیان کیا یہ امر قرین صواب کسیطرح معلوم نہین ہوتا ورنہ جو گونگا آدمی کہ دل سے تصدیق رکھتا ہی لیکن زبان سے اقرار نہین کر سکتا چاہیے کہ بسبب انعدام شرط اقرار کے ایماندار شمار نکیا جاوے اور اسیطرح وہ شخص جس شخص کو تصدیق دلی حاصل ہوئی لیکن بعد حصول تصدیق کے وفات آ پہنچی اور بالکل نوبت اقرار لسانی کی نہین آئی چاہیے کہ ایسا شخص بھی مومن عند اللہ اعتبار کیا جاوے

جواب شرط ہونا اقرار لسانی کا واسطے حقیقت ایمانی کے بحصول طاقت واختیار اقرار پر مقید ومشروط کیا گیا ہی اور ظاہر ہی کہ گونگے کو طاقت

اقرار لسانی کی نہین ہوتی علاوہ اسکے اور حرکات اور اشارات گونگے
کی قائم مقام اقرار لسانی کے ہوا کرتے ہین پس اقرار لسانی کی باوجود
موجود ہونے ایسے اشارات ابلغ من التصریح کے گونگے کے واسطے
کیا احتیاج ہی رہا وہ شخص جسنے بعد حصول التصدیق قلبی کے معًا دفات
پائی نوبت اقرار لسانی کی اوسکو نہین آئی ایسا شخص تو بسبب عدم
حصول قدرت یعنی فرصت کے بالبداہتہ معذور و بقصور نہی ہی خلاصہ
کلام اور ملخص مرام یہ کہ اقرار باللسان بالضرور شرط ہی واسطے ایمان کے
ہان عمل بالارکان البتہ شرط واسطے نفس ایمان کے نہین ہی کسواسطے
کہ اگر عمل بالارکان بھی شرط ایمان قرار دیجاوے تو ہر فاسق اور فاجر کو
بے ایمان شمار کرنا لازم آوے حال آنکہ صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم نے
فاسقون اور فاجرون پر نماز جنازہ پڑھی ہی اور مقابر مسلمین مین اونکو
دفن کیا ہی علاوہ اسکے احکام شرعی سے اقتدا ایسے نماز ہر نیک و بد کے
پیچھے درست ہی اور آیہ مرحمت مایہ یا ایہا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ
نصوحا سے بھی مومن ہونا گنہگارون اور خطاکارون کا ثابت ہی پس مسلمانان
گنہگار تا وقتیکہ خدا نخواستہ اصول عقائد دین متین مین کسیطرحکا قصور و
فتور واقع نہو صرف گناہ کے سبب سے دائرہ ایمان سے خارج نہین ہو سکتے
لیکن اللہ رب العالمین نے تمام ایمانداروں سے جو لوگ کہ ساتھ ایمان
کے عمل نیک بھی کرتے ہین اونکو خاص کیا ہی اور بہت بڑا فضل و شرف
دیا ہی کما قال اللہ تعالےٰ والذین امنوا وعملوا الصالحات لندخلنہم فی الصالحین

اور بھی نیک اعمال مومنون کو علاوہ نجات حصول درجات کے ساتھ بھی مبشر فرمایا ہی ذکر ایسے بشارات کا قرآن شریف مین جابجا آیا ہی قولہ تعالے

والذین امنوا وعملوا الصالحات لنبوئنهم من الجنة غرفا تجری من تحتها الانهار خالدین فیها ونعم اجر العاملین۔ وایضا قولہ تعالی فاثابهم الله بما قالوا جنت تجری من تحتها الانهار خالدین فیها وذلک جزاء المحسنین وایضا قولہ تعالے

فالذین امنوا وعملوا الصالحات فی جنات النعیم اور بھی مخفی نرہے کہ بر گاہ بیان سابق سے معنی مصطلح شرعی لفظ اسلام کے یہ معلوم ہوے کہ اسلام عبارت ہی انقیاد ظاہر سے یعنی گواہی دینا اس بات پر کہ نہین کوئی معبود برحق مگر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے ہوے اللہ کے ہین اور نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا اور رمضان کے روزے رکھنا اور خانہ کعبہ کا حج کرنا اگر مقدور ہووے تو اب اس بات کو سمجھنا چاہیے کہ صرف بظاہر گواہی دینا اور ارکان بجالانا تو بدون تحقق حقیقت ایمان کے بھی ممکن ہی جیسا کہ ثابت ہوا ہے اکثر منافق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین گواہی دیتے تھے اور اس وقت تک بھی معاذ اللہ منہا بعض لوگ بخوف نااتفاقی اجماع امت کے بظاہر مسلمان اپنے کو دکہلاتے ہین پس اس صورت مین ایمان اور اسلام ظاہر کے درمیان نسبت عموم وخصوص من وجہ کی ٹھہری یعنی ممکن ہی کہ ایک شخص باوجود ایمان یعنی باوجود بہرہ یاب ہونے ساتھ تصدیق قلبی کے بجا آوری صوم وصلوۃ حج وزکوۃ وغیرہ احکام اسلام سے بے نصیب ہو بلکہ بسبب اتباع شیطنت کے

اقرار لسانی بھی نکرسکے اور کبھی ممکن ہی کہ ایک شخص باوجود انقیاد ظاہر
یعنی اقرار باللسان اور بجا آوری جملہ ارکان کے اصل ایمان ہی سے
محروم ہو صرف کسی جلب منفعت اور دفع مضرت کے سبب سے اشتغال
اور استعمال اعمال وارکان دین متین کا کرتا ہو یہ دونون مادے تو
افتراق ایمان واسلام کے ٹھہرے رہا مادہ اجتماع وہ یہ ہی کہ تصدیق
دلی اور انقیاد ظاہری دونون جمع ہون یہ نسبت جو بیان کی گیی
درمیان ایمان اور اسلام ظاہر کے بیان کی گئی لیکن اسلام حقیقی
پس وہ کبھی نہین جدا ہوتا ہی ایمان سے کسواسطے کہ ایمان مثل جڑ کے
ہی اور اسلام حقیقی مثل درخت کے اور ظاہر ہی کہ جڑ کے نہونے سے
قیام درخت کا کسی طرح پر متصور نہین ہوسکتا ہان درخت تصویر محض البتہ
بدون جڑ کے قائم ہوا کرتا ہی پس اسلام ریا سے ظاہری محض کو مثل جسد
بیجان اور درخت تصویر محض کے سمجھنا چاہیے اوسکے واسطے البتہ
تصدیق قلبی کی کچھہ احتیاج نہین ہی اور چونکہ اسلام حقیقی مثل ایک جسم
ذی روح اور درخت ثابت الاصل کے ہوتا ہی اسکے واسطے روح
اور اصل یعنے تصدیق قلبی کا ہونا ضرور چاہیے پس اسلام حقیقی اور
ایمان مین نسبت عموم وخصوص مطلق کی ثابت ہوئی یعنی وجود اسلام
حقیقی کا بدون ایمان کے کسی طرح پر ممکن ومتصور نہین ہی ہان عکس اسکا
البتہ ممکن اور متصور ہوسکتا ہی یعنے ممکن ہی کہ ایک شخص تصدیق قلبی
رکھتا ہو لیکن اعمال اور ارکان ظاہر سے محروم رہے ہر گاہ ایمان اور

اسلام دونون کے معنی تصدیق قلبی و معلوم ہو گئے تو اب دین کے معنی
بھی معلوم کرلینا چاہیئے پس واضح ہو کہ ایمان تو گویا جان ہے اور اسلام
مانند جسم کے ہے پس اس جان اور جسم کی ترکیب امتزاجی سے جو وجود معنوی
حاصل ہوا کرتا ہے اوسکا نام دین ہے فائدہ ایمان مین صرف معرفت
قلبی بھی کفایت نہین کرتی جب تک کہ قبول و اذعان و تسلیم و گرویدگی
کے ساتھ اقتران اوسکا نہو کس واسطے کہ بعض کفار اشرار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد شریف مین شناخت حقیت رکھتے تھے ساتھ
اسکے بھی عناد و انکار و استکبار کے سبب سے راہ مخالفت نبی پر
چلتے تھے پس وہ شناخت بدون قبول و انقیاد کے ہرگز اونکو واسطے
مفید نہوئی الحق اگر انکار عنادی سے قطع نظر کیجاے تو ابلیس لعین بھی
بالضرور از جملہ مومنین بلکہ از زمرہ کاملین اہل یقین قرار پاتے فائدہ
اگر کوئی مغرور نفس امارہ یہ بات کہے کہ ہر گاہ دین اور اسلام دونون کے
واسطے اصل جان ایمان ٹھہرا اور مدار کار نجات و مغفرت کا بھی ایمان
ہی پر مقرر ہوا ہے رہے گناہ گناہون کے واسطے تو خداوند ارحم الراحمین
نے بفحواے ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا وعدہ بخشش مؤکد بحرف انّ
کے جو تاکید و تحقیق کے واسطے آیا کرتا ہے ارشاد فرما ہی چکا ہے اس صورت مین
انسان کو صرف نفس ایمان یعنی اعتقاد قلبی کے نگاہ رکھنے مین خیال اور
کوشش چاہیئے باقی رہا اقرار باللسان خیر اقرار باللسان بھی واسطے تحقق
قلبی کے شرط ہے لیکن دوسرے اعمال و افعال صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ وغیرہ

جان مارنے کی کوئی ضرورت معلوم نہین ہوتی تو ایسا سمجھنا اوس مغرور
نفس امارہ کا سخت بیجا اور سراسر ناسزا ہی کسواسطے کہ گو اسمین شک نہین
کہ دین اور اسلام دونون کے واسطے اصل جان تو ایمان ہی ہی لیکن صحت
اور سلامتی بلکہ جملہ رونق اور ترقی جان کی جسم کی صحت وسلامتی اور طاقت
ولیاقت پر موقوف ومنحصر ہوا کرتی ہی پس صحت وسلامتی اور رونق وترقی
ایمان کی کہ جان واسطے جسد اسلام کے ہی صحت وسلامتی اور طاقت و
لیاقت جسد اسلام پر موقوف ومنحصر سمجھنا چاہیے اور جسطرح خلل ونقصان
اور فساد وبطلان جسم کا بالآخر باعث اہلاک جان ہوجایا کرتا ہی اسیطرح
تخریب وبطلان جسد اسلام سے خود فساد وبطلان نفس ایمان یقینی جان
لینا چاہیے یعنی جس طرح ہجوم علل واسقام اور غلبہ خلل وفساد جسمانی سے
شدہ شدہ بالآخر جان پر بنجاتی ہی اور نوبت ہلاکت نفس جاندار کی آتی ہی
اسی طرح ہجوم امراض نفسانی اور فساد وبطلان جسد اسلام سے ہلاکت
ابدی جان یعنی تخریب وبطلان نفس ایمان کا خوف بالآخر ضرور ہی الحق
ایسی خرابی اور فساد جسد اسلام کے ساتھہ سلامت رہنا جان ایمان کا
اعجب امور ہی پس کثرت معاصی اور ہجوم مخالفات شرعی کے سبب سے
صورت زوال وبطلان نفس ایمان کو اس طرح پر متصور کرنا چاہیے کہ
ہر صدور معصیت ومخالفت سے ایک نقطۂ سیاہ ظلمت گناہ کا قلب
بشر پر جمکر کثرت نقاط سیاہ سے بالآخر تمام قلب بشر گھر جایا کرتا ہی
اور بعد گھر جانے تمام قلب کے اچھوے سلسلہ معاصی کے سبب سے

اون تقاضاے پا مچرا اور تقاضاے سیاہ و تیرہ بننا شروع ہوتے ہین تو اسکے
ظلمات بعضہا فوق بعض کا مصداق ہوکر نور ایمان قلبی کو بالکلیہ کھوتے ہین
پس جو شخص ارتکاب معصیت اور عدم انقیاد احکام شریعت سے نہین
ڈرتا ہی اور محض اعتقاد قلبی ہی کو باعث رستگاری جاوید اور کافی و وافی
واسطے اپنے خیال کرتا ہی مثال اوسکی ایسی ہی جسطرح کوئی شخص انواع
امراض مہلکہ مین گرفتار ہوا اور اون شدائد امراض سے اطمینان رہے اور پھر کسی
کسیطرح توجہ طرف استعمال دوا یا التزام پرہیز کے نکرے بلکہ یہ بات سمجھے
کہ یہ تمام امراض تو میرے محض جسمانی ہین ہوا کرین اگر سلامتی جان ہی
تو امراض جسمانی سے مجکو کیا مضرت و نقصان ہی ایسا سمجھنا کسقدر بیوقوفی
کی بات ہی پس اسیطرح صرف اعتقاد قلبی سکے دھوکے پر جملہ احکام
دین اسلام سے مجتنب اور بے پروا رہنے مین بھی خوف تلف ایمان
سے کب نجات ہی نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ربنا
لا تزغ قلوبنا بعد اذ ہدیتنا وہب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوہاب علاوہ
اسکے تخریب و فساد جسم یعنی تخریب و فساد اسلام کے سبب سے اندیشہ
فساد و بطلان جان یعنی تخریب ایمان ہونا یا نہونا ایک امر آخر ہی لیکن یہان
تو خود دراصل نفس وجود ایمان ہی مین بحث وکلام ہی ایمان بلا اسلام
اگر حقیقت پوچھیے تو خود ایمان ہی برائے نام ہی کسواسطے کہ ہرگاہ
ایمان امر قلبی و معنی مخفی ٹھہرا تو اوسکے ثبوت یقینی کے واسطے قراین و دلائل
کا ہونا بھی ضروری چاہیے بدون قائم ہونے دلائل و قراین موجبہ

قطع ویقین شک کے دعوی ایمان کا مسلم کب ہوسکتا ہی ورنہ ہر کافر مشرک بھی
چاہیے کہ دعوی ایمان کرے اور دعوی اوسکا قرین یقین سمجھا جاے
ماسوا اسکے قواعد فن حکمت مین یہ بات مقرر ہوچکی ہی کہ بمقتضاے
اذا ثبت الشئ ثبت بجمیع لوازمہ کوئی شی جسوقت ثابت ہوتی ہی تو اوسکے
ساتھ اوسکے جمیع لوازم اور مقتضیات بھی ضرور ہی ثابت ہوتے ہین مثلاً
اگر کسی شخص نے افیون بقدر مسکر کھائی یا شراب پی تو یہ ممکن نہین ہی کہ جو
آثار اور مقتضیات افیون اور شراب پینے کے ہوا کرتے ہین ظہور نکرین
پس اگر کوئی شخص یہ دعوی کرے کہ برابر مین افیون پیتا ہون یا مدام
استعمال شراب کرتا ہون لیکن نشہ اوسکا اصلاً مجھکو ظاہر نہین ہوتا تو
ایسا دعوی اوس شخص کا جملہ عقلا کے نزدیک یا تو کذب محض خیال
کیا جائیگا یا محمول اس بات پر ہوگا کہ شاید یہ شخص استعمال افیون و
شراب صرف براے نام بطور چکھنے اور زبان پر رکھنے کے کرتا ہوگا
جس مقدار لاشی پر کوئی اثر اور نفع یا ضرر مترتب ہونا ضرور کیا بلکہ ممکن و
متصور بھی نہین ہی یا یہ احتمال کیا جائیگا کہ شاید افیون و شراب کے وضو
مین کوئی دوسری شی غیر مسکر یہ شخص پیتا ہی یا ساتھ استعمال افیون و شراب
کے کسی ایسی دوسری شی کا استعمال کرتا ہی جسکے سبب سے افیون
اور شراب باطل محض ہوجاتی ہین اصلا اثر اپنا نہین دکھلاتی ہین جسطرح
کوئی شخص شراب کے ساتھ نمک گھول کر پی لے یا افیون کے ساتھ
کھٹائی وغیرہ اشیاء مفسدہ اثر کا استعمال کرے سوا ان چار صورتوں کے

کوئی پانچوین صورت عقلاً ایسی نہین ہے کہ ساتھ تسلیم کرنے احتمال قدر
موثر افیون خالص اور شراب خالص غیر باطل الاثر کے عدم ظہور اوسکے
اثر لازم کی کسیطرح سزاوار قبول ارباب عقول ہو سکے ہرگاہ اس قاعدہ
مسابیہ عقلیہ کو معلوم کیا تو جاننا چاہیے کہ بموجب اس قاعدہ مسلمہ
عقلیہ کے ثبوت ایمان حقیقی کیواسطے بھی ترتب اثر لازم یعنے انقیاد ظاہر کا
ہونا ضرور چاہیے کیونکہ ہرگاہ ایمان عبارت خداوند جل و علی کی حیات و
اور کمال قدرت اور دیگر جملہ صفات کاملہ کے ساتھ اعتقاد و انقیاد
دلی رکھنے سے ہے تو خوف کرنا تو خداوند جل و علے سے اور دوست
رکھنا اوسکا اور اوسکے اوامر و احکام کا بالضرور لوازم و مقتضیات ضروریہ
اس اعتقاد و انقیاد دلی سے ٹھہرا یہ ممکن نہین ہے کہ کوئی شخص کسیکو
دوست رکھے اور سر تا سر حاکم اور قادر اپنے اوپر جانے اور اوسکے
محسن اور منعم ہونیکو بھی مانے باینہمہ اوس محبوب اور حاکم اور قادر اور
محسن و منعم کے خوشی ناخوشی کی اصلا پروا اوسکو نہو اور باوجود دعوائے
محبت و ممنونی و محکومی کے کچھ اصلا بتادراہ و رسم محبت و اطاعت
کا اوس اپنے محبوب مطلوب اور پناہ اور امیدگاہ کے ساتھ نباہے
ایسا دعوی بلا دلیل محبت و اطاعت کا کسی عاقل بلکہ سفیہ جاہل کے
نزدیک بھی قابل تسلیم نہین ہے پس عدم ظہور انقیاد احکام و اوامر ظاہر
کسی مدعی ایمان کا بھی قیاس تفصیل مندرجۂ بالا چار وجہون سے خارج
نہین ہو سکتا یعنی یا تو یہ مدعی ایمان اس صورت مین کاذب محض

قرار پائیگا یا یہ خیال کیا جائیگا کہ عقائد دین اسلام اس شخص کے دل مین
اس درجہ خفیف وضعیف برائے نام وسوسے کے طور پر گذر رکھتے ہین
جن عقائد کے وجود بے نمود کو مثل اثر ذوق قطرۂ واحد افیون وشراب
کے موہوم محض سمجھنا چاہیئے یا یہ احتمال کیا جائیگا کہ جسطرح کوئی شخص
افیون وشراب کے دہوکے مین اور کسی چیز کا استعمال کر کے اپنے تئین
داخل زمرۂ شاربین افیون وشراب حساب کرے اسیطرح اس شخص نے
بھی واللہ اعلم کن اوہام وخیالات کو ایمان گمان کر لیا ہے یا یہ تصور مین
آئیگا کہ ساتھ اعتقادات خاصہ ایمان کے اعتقادات کفر وشرک مبطل
ایمان واسلام کو بھی اس شخص کے دل مین شاید اسقدر دخل واثر ہے کہ
جس طرح نمک شراب مین گھولکر پینے سے شراب شراب نہین رہتی
باطل ہوکر ماہیت اوسکی بدل جایا کرتی ہے اسیطرح اون اعتقادات
کفر وشرک وزندقہ والحاد کے ترکیب امتزاج سے عقائد خاصہ ایمان
اس شخص کے محض کالعدم ہوگئے ہین ان چار صورتون کے سوا پانچوین
صورت کوئی عاقل بھی اسجگہ تجویز نکریگا تتمہ کلام اور خلاصہ مرام یہ کہ دعوی
ایمان تو درحقیقت دعوی ان تمام امور کا ہوتا ہے کہ مین یقین کلی اور
اذعان قطعی رکھتا ہون کہ خداوند پیدا کرنے والا میرا اور تمام مخلوقات
کا واحد لاشریک لم یزل ولا یزال قدیم وعلیم ہے سمیع اور بصیر اور دانا اور
حکیم ہے جامع جملہ صفات ہے حاوی جملہ کمالات ہے عالم الغیب ہے بے عیب
ہے رزاق جملہ مخلوقات ہے واقف جملہ حالات ہے تمام خوبیان اور بڑائیان

اوسیکے واسطے ہین جملہ خیر و شر اور نفع و ضرر مخلوقات اوسیکی ذات
کامل الصفات کے ساتھہ تعلق رکھتے ہین وہ جو کچھہ چاہتا ہی سو کرتا ہی
اوسکے حکم اور قدرت اور مشیت مین کسیکو مجال دخل نہین ہی وہ سب سے
بڑا ہی اوسکی ذات بیچون و بیچگون ہی کسیکو برائی نہین ہوسکتی نہین اوس سے
زیادہ خوبی اور نیکی مین کسیکو جانتا ہون نہ اوسکی قدرت اور جلال اور
عظمت اور کمال کے سامنے کسیکی قدرت اور جلال اور عظمت اور کمال
کو مانتا ہون سوا اوسکے کسیکی مجال نہین کہ کوئی خیر و شر یا نفع و ضرر مجھکو
پونہچا سکے جو کچھہ بھلائی برائی مجھکو پہونچتی ہی اوسیکے حکم اور مشیت سے
پہونچتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوسنے مع اپنے ایک فرمان
واجب الاذعان یعنی قرآن شریف کے ہدایت جملہ مخلوقات کیواسطے
بھیجا ہی جو کچھہ اوسنے وعدے کیے ہین اور خبرین بیان فرمائی ہین
وہ سب سچ ہین مین اوسکے تمام احکام کو مانتا ہون اور اوسکی اطاعت
اور فرمانبرداری اپنے اوپر فرض جانتا ہون انتہی پس اب خیال کرنا
چاہیے کہ یہ بات تو ظاہر ہی کہ ان تمام دعاوی اور اعتقادات مین اگر ایک
دعوی اور اعتقاد بھی انسان کے دل مین نہوگا تو وہ شخص مومن کسیطرح
نہین ہوسکتا اس صورت مین ہم یہ پوچھتے ہین کہ باوجود موجود ہونے
ان تمام دعاوی اور اعتقادات کے آیا یہ بھی ممکن ہی کہ دل مین تو یہ
تمام دعاوی اور اعتقادات بھرے ہون اور ظاہر اثر محبت و انقیاد
خداوند جل و علی کا اصلا پایا نجاے لہذا اگر کوئی شخص دعوی ایمان

کرتا ہو اور سوا الفاظ لسانی کے اور کچھہ اصلا اثر اوس دعوی کا اوسمین پایا نجاے تو بالیقین یہی بات خیال مین آتی ہے کہ یا تو یہ شخص اس دعوے مین محض جھوٹا ہے یا یہ کہ خیال اعتقادات خاصہ دین کا اسکے دل مین صرف بطور وسوسہ کے آیا ہے اوسی وسوسہ کو اس نے ایمان ٹھہرایا ہے یا واللہ اعلم اور کسی قسم کے خیالات طبعی خاص اسکے ہین جن خیالات کو انسے ایمان گمان کیا ہے یا ساتھہ ان اعتقادات خاصۂ دین کے اور اعتقادات شرک وکفر منافی دین بھی اسکے دل مین گذرا اور اثر اس قدر رکھتے ہین جنکے سبب سے گویا وہ اعتقادات دینی اسکے کھو گئے ہین یا ہیچ و لوچ محض ہو گئے ہین سوا ان احتمالات کے اور کوئی خیال اور احتمال نہین ہو سکتا الحاصل جو ایمان کہ انقیاد احکام ظاہر سے بالکل مجرد ہے خود اوس ایمان کے ایمان حقیقی اور تحقیقی ہونے ہی مین بحث و کلام ہے درحقیقت ایسے ایمان کو ایمان کہنا صرف برا ے نام ہے ہان گنا ہون کا صادر ہونا یا بجا آوری احکام اسلام مین شامت نفس کے سبب سے غفلت اور سستی کرنا نفس ایمان کے اقتضا سے خلاف نہین ہے گو ایمان کامل کے مقتضا سے خلاف ہو لیکن ایمان کے ساتھہ انقیاد ظاہر سے بالکل گریز اور پرہیز کرنا سر تا سر خلاف عقل و نظر ہے کیونکہ باوجود محبت و اعتقاد و انقیاد دلی کے اپنے محبوب و مطلوب معاذ و ملاذ کی خوشی ناخوشی کا کامل درجہ کے ساتھہ خیال نرکھنا بسبب ضعف و نقصان مرتبہ محبت و اعتقاد و انقیاد کے ممکن اور جائز لیکن سلتھہ موجود ہونے نفس محبت و اعتقاد

دنیا و دین سے کوہ محبت و اعتقاد و انقیاد و ترغیب رغبت ہی کیونکہ
بالکل بدیہی اور بے پیدا ہونا خوشی و ناخوشی محبوب و مطلوب اور معاذ
و ملاذ اپنے سے کسی طرح منزلہ تسلیم عقل سلیم نہیں ہے بلکہ بعض حضرات محققین انبیا
کے نزدیک تو قطع نظر مراتب قوت اور ضعف سے نفس ایمان حقیقی کے
واسطے بھی بنا اوسے طاعت اور ترک معصیت کا حتی الامکان مدنظر
ملحوظ رہنا لازم و ضرور ہے ہان شامت نفس اور سہو و خطا سے اتباع کی کوتاہی
ساتھ بعض معاصی کے منافی نفس ایمان نہیں ہے لیکن اوس صورت میں
بھی مبادرت توبہ کی طرف بجد ہو ورنہ گناہ کے ضرر سے بچا ہے ورنہ عدم
پرواے توبہ و ندامت کے سبب سے اصرار اوپر کبائر کے منجر بلزوم آئیگا
اور اصرار اوپر کبائر کے منفضی بکفر ہو جائیگا نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن
سیئات اعمالنا الغرض معاملہ ایمان و اسلام کچھ صرف جمع خرچ زبانی سے
تعلق نہیں رکھتا اور فقط گوشت کھا و کھانے اور مسلمانون کا سا نام رکھ کر
اپنے تئین مسلمان جتانے سے ہرگز قابل قبول نہیں ہو سکتا بلکہ غفلت
و بے پروائی کے ساتھ تو ٹوٹی پھوٹی نماز پڑھنا اور ارکان اسلام کو بیدلی
کے ساتھ بطور رسمی محض بجا لانا یہ خود بحکم عقل و نظر چندان معتبر نہیں ہے
ہنوز دلی دور ہے مسلمانان در گور مسلمانی در کتاب اسیواسطے مثل مشہور ہے
سوال عدم ظہور لوازم و مقتضیات شرع میں جو چار شقین بیان
کی گئین سوا ان چار شقون کے ایک اور پانچوین شق بھی عقلاً قرین
امکان ضرور ہے یعنی ممکن ہے کہ کسی شخص کا مزاج شخصی اسطرح پر واقع ہوا

جسمین افیون یا شراب کا نشہ بسبب خصوصیت مزاج شخصی کے اصلا ظہور نکرے کیونکہ ایسا بھی تجربے مین آیا ہی کہ بعض اشیا کا اثر بعض امزجہ شخصی مین اصلا ظاہر نہین ہوتا پس اس صورت مین جو کچھ اوس بیان پر متفرع کیا گیا تھا بالکل باطل و نادرست اور بحکم اس تجربہ صحیحہ کے کہ بعض امزجہ مین صرف خصوصیات مزاج شخصی کے سبب سے بھی ظہور اثر بعض اشیا کا ہوا کرتا ہی جواز عدم ظہور اثر انقیاد ظاہر باوجود رکھنے اعتقاد صحیح کے بعض طبائع خاصہ کے اقتضا سے بالضرور واجب التسلیم اور اس قسم اشخاص خاص کے دعوی ایمان کو جھوٹ جاننا اور مومن کامل اونکو نہ ماننا سراسر خلاف انصاف

جواب اول تو ہم اس بات ہی کو تسلیم نہین کرتے کہ کوئی ایسا مزاج شخصی بھی دنیا مین ہوا کرتا ہی کہ جسمین افیون و شراب قدر موثر کا اثر اصلا ظاہر نہو کس واسطے کہ جو موثر کہ بہ نسبت مزاج نوعی کے نہایت قوی الاثر واقع ہوسے ہین خصوصیت مزاج شخصی اونکی ظہور اثر کو کسی طرح روک نہین سکتی کیا یہ بھی ممکن ہی کہ کوئی شخص سم قاتل قدر مہلک کھائے اور صرف بسبب خصوصیت مزاج شخصی کے اوسکے اثر مہلک و جان آزار سے اصلا اوسکو خبر بھی نہو پس افیون و شراب وغیرہ مسکرات بھی اونھین اشیا سے قوی الاثر کے اقسام سے ہین کہ عدم ظہور اونکے اثر قوی کا صرف خصوصیت مزاج شخصی کے سبب سے کسیطرح قرین یقین نہین ہی اور بالفرض اگر ایسا کوئی مزاج شخصی مان بھی لیا جاے تو اوس مزاج شخصی غیر قابل الاثر کے حق مین ظاہر ہی کہ نہ افیون حکم افیون رکھتی ہی نہ شراب حکم شراب پس ایسے مزاج خاص کے واسطے ان اشیاے خاص

کے استعمال کا عدم خواہ وجود درحقیقت دونون برابر ہے اور اسیطرح اگر کوئی
طبیعت ایسی بھی فرض کیجاے کہ باوجود موجود ہونے اعتقاد یعنی شناخت
کامل وصحیح عقائد ایمان کے طبیعت مذکور اصلا اوس شناخت سے متاثر
نہین ہی تو عدم وجود اوس شناخت اور اعتقاد کا ایسی طبیعت کے حق مین
برابر متصور کرنا چاہیے اسیواسطے ہمنے سابق مین بیان کر دیا ہی کہ معرفت
وشناخت قلبی کے واسطے اثر انقیاد وتسلیم وقبول ضرور چاہیے ورنہ عدم
اور وجود اس معرفت کا یکسان متصور ہوگا کما قال تعالی وجحدوا بہا واستیقنتہا
انفسہم تتمہ سخن اگر کوئی اس جگہ یہ اعتراض کرے کہ افیون وشراب اشیاے
ناجائز کے ساتھ ایمان کی تشبیہ کیون دی گئی کیا کوئی اور شی نفیس اس تشبیہ
کے واسطے موجود نتھی تو جواب اس اعتراض کا اول یہ ہی کہ مشبہ اور مشبہ بہ
مین جملہ صفات اور لوازم وخصوصیات کے ساتھ تطابق ملحوظ ہونا ضرور
نہین ہی ورنہ چاہیے کہ زید کالاسد کی تشبیہ مین زید کا درندہ مردم خوار
اور وحشی جان آزار ہونا لازم آئے اور یہ جملہ مشہور توصیف جملہ توصیف
ہرگز گمان نکیجاے جواب دوم یہ کہ اصل وجہ حب ایمانی کو ساتھ افیون
وشراب اشیاے مسکر کے تشبیہ دینے کی یہ ہی کہ حب ایمانی اور اور جملہ
اقسام محبت قلبی اور انواع کیفیات قلبی کو ذوق سکر کے ساتھ تشبیہ تام
ہوا کرتی ہی اور جس طرح غلبہ سکر کا اپنے مقتضیات کے ظہور کے وقت آدمی
کو ناچار وبے اختیار محض کر دیا کرتا ہی کہ اوسکے ضبط کا یارا اور نگہداشت حرکات
وسکنات کا اصلا چارہ انسان کو نہین رہتا اسیطرح حب ایمانی اور اور

تمام اقسام محبت و ذوق قلبی کے مقتضیات کے ظہور مین بھی انسان کو جابرِ فنا جاننا بے اختیار ہو جانا ضروری ہے علاوہ اسکے تشبیہ عرفان کے تو ساختہ نشئہ شراب کے بہ نہایت ہی مشہور ہے چنانچہ بعض عارفون نے فرمایا ہے ع ذوقِ این می نشناسی بخدا تا نچشی ٭

بیان حقیقت شرک و کفر

مخفی نرہے کہ یہان تک جو کچھ بیان ہوا بیان حقیقت ایمان و اسلام کا تھا اور چونکہ بمقتضاے حقایق الاشیاء تعرف باضدادہا یعنی حقیقت ہر چیز کی اوسکی ضد کے جاننے سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے دریافت حقیقت ایمان و اسلام واسطے جاننا حقیقت شرک و کفر کا ضرور چاہیے علاوہ اسکے جس طرح ایمان و اسلام کے حاصل کرنے کے واسطے جاننا حقیقت ایمان و اسلام کا ضرور ہے اسی طرح شرک و کفر سے بچنے کے واسطے معلوم کرنا حقیقت شرک و کفر کا بھی از جملہ اہم امور ہے لہذا ملحق بیان حقیقت ایمان و اسلام کے شرح کر دینا حقیقت شرک و کفر کا بھی واجب و لازم معلوم ہوا واضح ہو کہ شرک کے معنی شرع مین غیر خدا کو خدا کے ساتھ یا خدا کو غیر خدا کے ساتھ شریک کرنے کے ہین مثلاً غیر خدا کو مثل خدا کے واجب الوجود جاننے جسطرح مجوس اہرمن اور یزدان کو کہتے ہین یا عبادت مین شریک کرے جسطرح بت پرست کرتے ہین یا اور جو صفتین خاص خداوند تعالی کی ہین وہ صفتین اوسکے غیر مین ثابت کرے یعنی جس طرح ہر چیز کا علم اللہ جل شانہ کو ہے اوسیطرح کا علم اوسکے غیر مین ثابت کرے اور عالم الغیب اور واقف جملہ کلیات و جزئیات اوسکو جانے یا جسطرح اللہ جل شانہ کو قادر جانتا ہے

ہر ایک چیز پر اوسیطرح غیر خدا کو قادر توانا جانے یا جسطرح خداوند تعالےٰ

تصرف رکھتا ہے اور پر تمام عالم کے ساتھ ارادہ اپنے کے اوسیطرح اور کو

بھی متصرف بالارادہ جانے مثلاً یہ گمان کرے کہ فلان شخص نے جو مجکو شفا

کیی تھی یا بیکار رکھی تھی اوسکے سبب سے فلان کھلائی یا برائی مجکو حاصل ہوئی ہے

یہ سب صورتین تو غیر خدا کو خدا کے ساتھ شریک کرنے کی ہین رہا خدا کو

غیر خدا کے ساتھ شریک کرنا صورت اوسکی یہ ہے کہ جو صفات حسنہ اور ادنےٰ

منافی شان حضرت مالک مکان کے ہین اون صفات خسیس کو خداوند تعالےٰ

کی طرف نسبت کرے غیر خدا کو خدا کے ساتھ شریک کرنیکا شرک ہی ہے

اور شرک سے بڑھکر کوئی گناہ خداوند تعالےٰ کے نزدیک نہین لیکن بعض

اشد گناہون پر بھی شرع شریف مین اطلاق شرک آیا ہے چنانچہ سوا خدا کے

کسی دوسرے کی قسم کھانا یا شگون بد لینا یا ریا کرنا یا عورت کا خاوند کی محبت

کے واسطے ٹوٹکا کرنا ان سب افعال کو بھی شرک فرمایا ہے اس قسم افعال سے

بھی مسلمان کو نہایت پرہیز کرنا اور مثل شرک کے ڈرنا چاہیے اسیطرح اور بھی

بعض افعال ہین کہ اگرچہ شرک حقیقی نہین مگر مشابہ بافعال مشرکین و بت پرستون

کے ہوا کرتے ہین اونسے بھی پرہیز کرنا لازم ہے جس طرح علما یا بادشاہون کے

سامنے زمین چومنا یہ فعل حرام اور گناہ کبیرہ ہے کسواسطے کہ مشابہت پرستی

کے ہے پس اگر زمین برسم تحیت و سلام کے چومیگا گناہ اشد کبیرہ و مشابہ بافعال

شرک لازم ہوگا اور اگر بقصد عبادت اور تعظیم کے ایسا کریگا تو کفر و شرک صریح

لازم ہوگا اور بعض اقسام شرک تفسیر عزیزی مین اسطرح مذکور ہین کہ وے کہتے

چاہیئے بجائے نام خدا کے بطریق ذکر اور تقرب اور استعانت کے نام
کسی دوسرے کا سوا نام خدا کے لینا گو کسی نبی یا ولی ہی کا نام کیون نہو
یہ بھی شرک ہی یا سوا خدا کے بندے کے کسی اور کا بندہ کہکر نام رکھنا بطرح
عبد الرسول یا بندہ علی یا عبد الحسین نام رکھنا لیکن اسم علی اسمائے حسنیٰ سے
بھی ہی پس بندہ علی یا عبد العلی اس معنی کے لحاظ سے نام رکھنا گناہ نہین
بلکہ نہایت مستحسن ہی ہان اسم مبارک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اپنے
بندہ ہونے کی نسبت کرکے نام رکھنا البتہ شرک ہی اور اس شرک کو شرک
فی التسمیہ کہتے ہین اسیطرح غیر خدا کے لیے ذبح کرنا یعنی کسیکی منت مانکر
جانور کو اوسکے واسطے ذبح کرنا یا جلب منفعت خواہ دفع مضرت کیواسطے
سوا خدا کے کسی دوسرے کو پکارنا یا کسی شخص کو خداوند تعالے کے ساتھ
علم اور قدرت مین برابر کرنا یعنی یہ کہنا کہ اگر خدا چاہے اور تم چاہو سو یہ سب
افعال شرک کے ہین ان سب امور و افعال سے انسان کو نہایت ڈرنا
اور پرہیز کرنا واجب و لازم ہی کس واسطے کہ دار و مدار تمام عبادتون کا شرک
سے مجتنب رہنے پر رکھا گیا ہی اور کوئی عمل بھی شرک کرنے والے کا قبول
نہین ہوتا اور نہ شرک بخشا جاتا ہی جیسا فرمایا اللہ تعالے نے ان اللہ
لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک یعنے اللہ تعالے شرک نہین بخشتا
اور سوا شرک کے جو چاہتا ہی بخشدیتا ہی پس سرتاج جملہ کبائر کا شرک ہی مسلمان
کو چاہیئے کہ اسکے جملہ اقسام مین بخوبی غور کرے اور اون تمام اقسام سے
ڈرتا رہے اور پرہیز کرتا رہے یعنے شرک ساتھ اللہ کے خواہ اوسکی

ذات مین کسیکو شریک کرے خواہ عبادات مین یا علم مین یا قدرت مین یا تصرف مین یا پیدا کرنے مین یا بگاڑنے مین یا کہنے مین یا فتح کرنے مین یا اندر ماننے مین یا سوا خدا کسیکو سب کام سونپنے مین ان سب اقسام شرک سے بچنا ضرور ہے معہذا التصدیق کرنا اوسکے رسول مقبول اور فرمان واجب الاذعان یعنی قرآن شریف کا اور ماننا اوسکے تمام احکام کا بھی از جملہ اہم امور ہے ورنہ کوئی عبادت انسان کی قبول نہو گی اور نہ گناہ شرک کا بخشا جائیگا نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا یہ بیان تو معنی شرک کا تھا اب معنی کفر کو بھی معلوم کر لینا چاہیے واضح ہو کہ لغت مین تو کفر کے معنی میلان اور گرویدگی کرنے کے اور ناشکری کرنے کے اور پوشیدہ کرنے کے ہین اور اصطلاح شرع شریف مین کفر کہتے ہین خدا اور رسول کے امر وارشاد سے معرض اور منکر ہونے کو پس منکر امر وارشاد خدا ورسول بسبب عدم میلان وگرویدگی اور ناشکری کے اوسا مرحق کو اور حقوق خداوند کو چھپانے کے کافر کہلاتا ہے اشد اقسام کفر شرک ہے اور بعد شرک کے انکار ونافرمانی کرنا ہے تصدیق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اور تصدیق قران شریف اور تمام احکام اوسکے سے لیکن شرع شریف مین شرک بمعنی کفر بھی آیا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک + درحقیقت اسی معنی کر حضرت خداوند احکم الحاکمین نے فرمایا ہے پس کوئی منکر نفس اس آیہ کو سنکر یہ گمان نکرے کہ فقط خدا کے ساتھہ کسی دوسرے کا شریک کرنا نہین بخشا جاتا ہے اور سب گناہ بخشے جاتے ہین اور چونکہ

انکار کرنا رسالت آنحضرت سے اور قرآن شریف سے ایک امر ہی علاوہ
شرک سے لہذا اس انکار کے نہ بخشے جانے کا کچھہ خوف نہین ہی ایسا سمجھنا
کسی مغرور نفس کا محض غلط اور سراسر بیجا ہی کسواسطے کہ شرک اسجگہ بمعنی کفر ہی
غرض شرک اور کفر دونون چھوٹے بڑے بھائی ہین فقط چھوٹے بڑے
ہونے کا فرق ہی سگ زرد برادر شغال دونون کا ایک حال سمجھنا چاہیے
یہان تک جو کچھہ بیان کیا گیا بیان حقیقت ایمان وکفر کا تھا بعد دریافت
حقیقت ایمان وکفر اور عقائد ضروریہ دین متین کے ساتھہ اعتقاد کامل
حاصل کرنے کے جو امور کہ لوازم وتوابع ایمان وکفر کے واقع ہوے ہین
اونکو بھی بخوبی دریافت کرنا چاہیے پس لوازم اور توابع ایمان کے
اعمال صالح ہین اور لوازم اور توابع کفر کے معاصی ہین اور افعال طالح
مومن کو چاہیے کہ بجا آوری اور التزام اعمال صالح مین جہان تک ہوسکے
برابر ساعی اور کوشان رہے اور بھی معاصی اور افعال طالح سے تا حد مقدور
ضرور ہی ڈرتا اور پرہیز کرتا رہے اور چونکہ استعمال اعمال صالح کا واسطے دفع
امراض نفس امارہ کے مثل کہانے دواے نافع کے ہوتا ہی اور باز رہنا
شنایع اور افعال طالح سے بحکم پرہیز کے ہی مضرات مرض سے لہذا خیال
برائیون سے دور رہنے کا نیک اعمال کے استعمال کے خیال سے بھی
نہایت اہم اور مقدم جاننا چاہیے کسواسطے کہ پرہیز مضرات سے استعمال
دوا پر مقدم اور زیادہ تر اہم ہوا کرتا ہی اور بدون پرہیز کے تو دوا کا بھی اثر
اکثر ظاہر ہوتا ہی بلکہ بعض مضرات تو ایسے ہوتے ہین کہ اگر اون سے پرہیز نکیا جاے

توکوئی دوا بھی ساتھہ بد پرہیزی کے ذرا اصلا مفید نہین ہوسکتی اوریہنا جان
مریض کا ساتھہ اوس درجہ بے احتیاطی سے نہایت ہی اشکال قریب
بمحال ہوجاتا ہی شرع شریف مین جو بعض معاصی خاصہ پر اطلاق کفر وشرک وارد
ہی یا وعید سخت خواہ منع تخصیص واسطے اونکے آیا ہی وہ معاصی خاص
اسی قسم مضرات اشد سے واقع ہوے ہین الحاصل حالت ایمان کو
واسطے نفس انسانی کے حالت صحت و تندرستی سمجھنا چاہیے اور حالت
کفر وضلالت کو حالت مرض وعلالت اعمال صالح ادویہ واغذیہ نافع ہین
واسطے حصول وبقاے حالت صحت کے اور افعال طالح سراسر مضرات
صحت ہین اومعین ہین واسطے حدوث وبقاے حالت علالت کے
اورجسطرح دواؤن اور غذاؤن اور پرہیزون اور بد پرہیزیون مین بعض
اقسام بعض دیگر پر قوی الاثر ہوا کرتے ہین اسیطرح اعمال صالح اور افعال
طالح مین بھی بعض بہ نسبت بعض قوی وضعیف اور شدید وخفیف
واقع ہوے ہین پس نہایت درجہ کی صحت اور کمال اعتدال مزاجی
توانسان کو اوسی وقت حاصل ہوتی ہی کہ جملہ اقسام قوی وضعیف ادویہ
واغذیہ نافع کا خیال اور استعمال واسطے حفظ صحت مزاج کے برابر
کرتا رہے اور بچی جملہ اقسام قوی وضعیف مضرات سے گریز وپرہیز برابر
ملحوظ رکھے اور ہر وقت ڈرتا رہے لیکن چونکہ نگاہ رکھنا اس درجہ کمال
اعتدال مزاجی کا قوت امانت حکمت عملی سے بہت ہی مشکل اور دشوار
ہی سوا شاذ ونادر حکیم النفوس کے اور کسیکو ہرگز حاصل نہین ہوسکتا

واقع ہوسے ہین لیکن باوجود اشکال ومحال ہونے ایسے اجتماع مراتب
ایمانی کے امر تمام عوام اہل اسلام کو تا حد مقدور اتنا تو نہایت ہی ضرور ہی
کہ واسطے بقاے صحت نفس ایمان اور حفظ جان کے ہلاکت ابدی دار
آخرت سے نہایت اشد ضروری اعمال کا استعمال اور نہایت اشد مہالک
وخطیئات سے بچنے کا خیال حتی الاوقات اور حالات مین برابر ملحوظ رکھین
اسی سبب سے نہایت ضروری اعمال یعنے صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ
کے التزام کے واسطے ہر مسلمان کے حق مین نہایت تاکید ہے اور چونکہ
لحاظ دفع مضرت کا لحاظ جلب منفعت سے بھی اہم واتم ہوا کرتا ہے لہذا
سئیات اشد یعنی کبائر سے بچنے کے واسطے تو اور بھی زیادہ تر تاکید
شدید ہے اور اصرار صغائر بحکم کبیرہ ہوجانا جو آیا ہے سو اسواسطے فرمایا ہے
تا کثرت اجتماع مضرات خفیفہ حکم مضرت قوی بہم نہ پہونچائے اور بمجواے سخن اندک
اندک بہم شود بسیار؛ تھوڑا تھوڑا جمع ہوکر ایک انبار گران نہ ہوجاے
تتمۂ کلام اور خلاصۂ مرام یہ کہ جسطرح ہر ایک نفس عاقل کو حتی الامکان
اہتمام اپنی حفظ صحت کے واسطے ملحوظ رکھنا اور استعمال اشیاء مضرہ
مہلک سے اپنے تئین بچاے رہنا تا حد مقدور ضرور ہوتا ہے علی ہذا القیاس
ہر مومن موقن کو حتی الامکان کوشش واہتمام واسطے تکمیل ضروریات
دین اسلام کے مصروف رکھنا اور شنائع اور مہلکات سے اپنے تئین
بچاے رہنا بھی واسطے حصول طریق نجات کے اسیطرح واجب ولازم
فرض ومتحتم ہے گو حفظ ونگہداشت مرتبہ کمال اعتدال مزاجی کی نہایت

امر دشوار خارج از حیز اختیار سہی لیکن جسقدر قرب و مناسبت ساتھ اوس مرتبۂ کمال اعتدال کے یا اور مراتب قریب کمال اعتدال کے حاصل ہو سکے اوسیقدر زیادہ تر مفید واسطے حصول لطف و خوبی عیش زندگانی اور جودت و قوت قوای جسمانی و نفسانی اور حفظ و بقای حیات نفس انسانی کے ہوا کرتا ہی علی ہذا القیاس حصول و وصول اعلی مدارج دین اسلام کا گو کیسا ہی مشکل کیون نہو لیکن مرتبۂ اعلے یا اوسکے اور مراتب قریب کے ساتھہ جسقدر قرب و مناسبت حاصل ہو سکے واسطے حصول لطف و خوبی زندگانی جہان باقی اور زیادت و ترقی مراتب اخروی کے اور بھی واسطے حفظ و بقا کے ہلاکت ابدی سے اوسیقدر زیادہ تر مفید سمجھنا چاہیے رہا عدم امکان حصول مراتب اعلی اوس عدم امکان کے سبب سے یہ کسیطرح مقتضائے عقل و شعور نہین ہی کہ ایسے منافع عظیم کی تحصیل و تکمیل مہما امکن مین بسبب عدم امکان حصول مراتب اعلے غیر ممکن الحصول کے مرتبہ ممکن الحصول سے بھی محروم رہین اور مضمون مالایدرک کلہ لایترک کلہ پر اصلا نظر نرکھکر بجاے مراتب عزت و راحت رنج و تکلیف مرتبۂ کلفت و مذلت ہی اپنے اوپر سہین آرے حصول مرتبہ سلطنت اور مدارج اعلی مابعد السلطنت کا تو موقوف اوپر تقدیر ہی کے ہوا کرتا ہی لیکن اگر وہ مراتب اعلی حاصل نہو سکین تو اور جملہ مراتب ماتحت مراتب اعلے سے بھی یکسر قطع نظر کر کے ایسی حالت پست و اذل بدترین حالات پر توقناعت و اکتفا کرنا کسیطرح بھی لائق نہین ہی کہ جسمین سوا مذلت و بیقدری اور صدمات و آفات کے

اور کچھ نصیب ہی نہو سکے اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ اصل مراتب تو مراتب
سلطنت و وزارت و امارت ہی ہین اگر وہ بتقدیر حاصل نہو سکے
تو کیا مضائقہ ہے کہ ہم اب قیدی چورون مین یا کوڑا اوٹھانے والے
حلال خورون ہی مین داخل رہین یا یہ بات سمجھے کہ اگر اعلے مراتب
عیش و عشرت ہی حاصل نہوئے تو مراتب رنج و تکالیف جیسے جو مرتبہ رنج
و تکلیف حاصل ہو ہوا کرے کچھ پروا اوسکی نہین ہے تو ایسا خیال کرنا سوا حماقت
اور جہالت اور بدنصیبی کے اور کچھ نہین ہے اصل مراد ہماری اس تمام تمہید
مذکورہ بالا سے یہ ہے کہ جسطرح حفظ صحت جان کے واسطے اشد منافع اغذیہ
و ادویہ وغیرہ کے حاصل کرنے کا التزام اور اشد مضار سے بچنے
کا اہتمام ادنے درجہ احتیاط ہے واسطے ہر نفس عاقل نوع بشر کے اور یہ ادنے
درجے کی احتیاط اسدرجہ اعلے ارجح ضرورت مین واقع ہوئی ہے کہ حفظ جان
کے واسطے کچھ چارہ ہی اس سے نہین ہو سکتا اسیطرح حفظ صحت ایمان
اور ہلاکت ابدی سے محفوظ رہنے کے واسطے ان اعمال ضروری یعنے
صوم و صلوۃ حج و زکوۃ کا التزام اور معاصی کبائر سے مجتنب رہنے کا اہتمام
ادنے درجہ احتیاط واسطے نفس عاقل ہر مومن موقن کے سمجھا جاوے
اور یہ ادنے درجہ اس درجہ اعلے مراتب ضرورت مین واقع ہوا ہے کہ حفظ ایمان
اور ہلاکت ابدی سے بچنے کے واسطے اس سے کچھ چارہ ہی نہین ہو سکتا
ہے پس اکثر عوام جو اس ادنے مرتبہ ضروریہ کو سے اعلے مدارج مجاہدہ یا مرتبہ
غیر ضروری واسطے نفس ایمان و اسلام کے سمجھے ہوئے ہین اور خیال

اس بات کا مدنظر رکھتے ہین کہ صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ کے التزام و اہتمام میں جان مارنا صرف درویشون اور مولویون وغیرہ انھین اشخاص خاص کا کام ہے باقی رہے اور تمام خواص و عوام اہل اسلام اونکو اور مہمات و کارہائے انتظام دنیوی کیا کم ہین جو فقرا و غیرہ اشخاص معطل و بیکار کے اشغال و مجاہدات مین شب و روز اپنی جان مارا کرین علاوہ اسکے ایسے کامون کے اشتغال کے واسطے فرصت اپنے کارہائے ضروری سے اونکو کب ہی غرض یہ حمقا قدر واجب ضروریات اسلام واسطے تمام خواص و عوام کے اسیقدر سمجھے ہوئے ہین کہ سال بھر مین کبھی کبھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صرف زبانی طوطے کی طرح کہہ لینا اور مسلمانون کا سا نام رکھہ لینا اور کسی مسجد کے روبرو اتفاقاً گذر ہونیکے وقت فقط دور سے سلام اوسکو کر لینا اور گوشت گاو کھانا اور عیدین کے روز دوگانے مین شریک ہو جانا انھین رسمیات کو واسطے ثبوت صحت و بقائے ایمان و اسلام کے کافی و وافی جانتے ہین اور تمام مفترضات یا ممنوعات کی ضرورت یا امتناع کو اصلا نہین مانتے ہین ایسا سمجھنا ان جہلا کا جادہ عقل و ایمان سے کسقدر دوری ہے یارو ذرا ایماناً انصاف تو غور کرو کہ حقوق انعامات خداوند جل علاء کے کس درجہ تمیز ہین اگر ہر ہر جزو تن اور موئے بدن تمھارا محو شکر گزاری اور مصروف اطاعت و فرمانبرداری حضرت باری کیا جاتا اور فراغ ایک دم مارنیکا بھی تمکو ذکر و عبادت خالق و محسن بحق حاکم مطلق سے نہ دیا جاتا تو بھی مقابلہ احسانات اوس منعم مطلق اور محسن بحق کے کچھہ نتھا اور اصلا عذر و انکار سچا آوری احکام مالک حقیقی

مین کسیطرح تمکو نہین پہونچ سکتا تھا فکیف کہ خداوند رحیم واکرم نے اپنی
رحمت کاملہ سے تمھاری اس ضعیف الخلقتی اور کم ہمتی پر نظر فرما کر اسقدر
رعایت اور آسانی تمھارے حق مین تجویز کی کہ سوا ان چند احکام سہل و آسان
کے اور کسی مشکل کام کی اصلا تکلیف تمکو نہین دی اوسپر بھی تم اوس مالک
حقیقی کی فرمانبرداری سے جی چراتے ہو اور ایسے احکام سہل و خفیف کو
مجاہدات صعب بتلاتے ہو ذرا اپنے دنیا کے مجاہدون کو تو غور کرو کہ کس درجہ
اونکے واسطے شب و روز جان عزیز اپنی کھپاتے ہوے ہو اور کیسے کیسے
بارہا مشقت شاق طلب منافع حسنیں و دنی کے لیے اپنے سر پر اوٹھا
ہوے ہو دو چار دس پانچ روپیہ کی نوکری کے واسطے کیا کیا عزیز جان
اور جان کا ہیان رات دن کیا کرتے ہو دس پانچ روپیہ ماہواری کی طمع
کے واسطے معارک جنگ مین جان تک دینے سے نہین ڈرتے تو
پس آقایان دنیا کا تو کیسا ہی کوئی کار دشوار کیون نہو ہرگز تم دشوار اوسکو
نہین جانتے اور کبھی عذر نہین کرتے کہ خداوند یہ کام ہمسے نہو سکیگا
مالک حقیقی کی فرمانبرداری سے باوجود کمال سہولت اسقدر گھبرانا اور جی
چرانا کیسی بے شرمی کی بات ہے منعمان مجازی اسمی محض کے واسطے بڑی
بڑی مہمات مین اوسکے ادنی اشارہ پر جان نثاری کرنا اور منعم حقیقی کے
فرمان تعمیلی سہل الحصول کی عدم بجا آوری سے کبھی ندرنا یہ کیا خرافات ہے
کیا پانچ وقت کی نماز پڑھ لینا بھی کوئی مشکل کام ہے یا برس دن مین ایک
مہینہ غذا سے کچھ تھوڑا خوب پیٹ بھر کر اکتفا کرنا یہ بھی کوئی امر دشوار سرانجام ہے

چالیس روپیہ مین مثلاً اگر ایک روپیہ بعد سال بھر کے کسی اہل مقدرت سے راہ خدا مین دیا تو کیا کمال ہی تمام عمر مین کسی متمول کو ایک مرتبہ کعبہ ہو آنا کونسا امر اشکال ہی اداے نماز و غیرہ تو صرف دو چار منٹ کا ایک سہل کام ہی اسکی کمال سہولت مین بھلا کسکو محل بحث کا کام ہی رہا ایک مہینہ بھر فقط ایک وقت پیٹ بھر کر کہانے پر اکتفا کرنا کوئی حریص بندہ شکم اسکو مشکل جانے تو جانے ورنہ اسکے عدم اشکال کا تو یہ حال ہی کہ ہزارون بندگان خدا بلکہ اکثر اغنیا اور امرا اپنی خوشی سے صرف ایک ہی وقت تمام عمر کہایا کرتے ہین جنکو عادت ایک وقت کھانیکی ہوتی ہی ایک وقت کھانیکی خوبی اور منفعت کا حال اور لطف کمال اونسے پوچھنا چاہیے چالیس روپیہ مین سال بھر کے بعد ایک روپیہ راہ خدا مین دیدینا نہایت ممسکون کو اور بندگان زر کو شاید دشوار ہو ورنہ ہواے نفسانی کے واسطے تو ایسے ایسے کتنے روپیے ایک سال مین کئی کئی بار صرف ہو جایا کرتے ہین بخیل لوگ بھی اقتضاے نفس اور کارہاے دنیوی کے واسطے بہت مواقع پر مصارف کثیر گذرتے ہین رہا سفر حج ہرگاہ انسان پر صرف سیر اور تفریح کے واسطے سیکڑون ہزارون کوس کا سفر دشوار و ناگوار نہین ہوتا تماشاے عجائب وغرائب اور تحصیل فوائد امتحانات و تجارب کے جو لوگ قدر دان ہین وہ تو ہزارون لاکھون روپیہ صرف کر کے عمر بھر جویاے لطف سیر و سفر ہی رہا کرتے ہین پس کوئی نہایت ہی بخیل اور کم حوصلہ محض زن طبیعت جسکو مار گنج بنکر سدا گھر مین گھسے رہنے کے اور کچھ پسند نہ آتا ہو اوسکا تو ذکر نہین ورنہ

لذت اور منافع سفر ایسے ہیں جنکی طرف انسان کو خود میلان طبعی
ہو لیس ان چار رکن احکام اسلام میں کونسا کام ایسے مجاہدے کا ہے
جسکو دیکھکر اکثر خود سر گھبراتے ہیں اور بہانہ ہاے دور از عقل بناتے ہیں
علاوہ اسکے فرضیت حج و زکوٰۃ تو صرف مالداروں ہی کے ساتھ خاص ہے
پس اکثر افراد انام تو ان دونوں رکنوں کی ضرورت سے بسبب انعدام
شرط استطاعت کے بہر حال فارغ البال ہی واقع ہوتے ہیں اس
صورت میں اکثر عوام کے واسطے جملہ چار رکنوں سے گویا دو ہی رکن
واجب العمل باقی رہگئے ایک نماز پنجگانہ دوسرے روزہ ہاے ماہ مبارک
افسوس کہ یہ بے ہمت ان دو رکنوں کے ادا میں بھی گھبراتے ہیں اور
انواع و اقسام کے حیلے حوالے بناتے ہیں یہ سب کیفیت تو ان
عبادات ضروریہ شرعیہ کے مجاہدہ ہونے کی بیان کی گئی
رہا زناکاری اور شراب خواری اور دغابازی اور جعلسازی وغیرہ افعال
سراپا وبال و نکال ایسے اعمال سراپا وبال و نکال سے بچے رہنے کو
اگر کوئی شخص مجاہدہ مخصوص بفقرا و علما جانے اور ہر نفس عاقل کے
واسطے ان افعال سے پرہیز رکھنے کی ضرورت کو نہ مانے تو ایسی تجویز
بیکاری کو تو بس آدمیت ہی سے بالکل عاری سمجھنا چاہیے
کسواسطے کہ اس قسم افعال نالائق سے گریز و پرہیز لازم سمجھنا کچھ خصوصیات
خاصہ دین متین اسلام ہی سے نہیں ہے بلکہ نفس اقتضاے عقل و انسانیت
سے بھی گریز و پرہیز اس قسم افعال سے ضرور چاہیے غرض ان ضروری امر

تو اہی الٰہی کو تبیل مجاہدات سے جاننا بڑی بے ہمتی اور نہایت درجہ نالائقی
کی بات ہے اسیطرح مخصوص ساتھہ درویشون اور فقیرون کے سمجھنا ان
اعمال و افعال کا بھی سرتاسر داخل حماقات و خرافات ہے یہ اعمال و افعال
فرائض و محرمات ضروری تو کچھہ درویشی اور مولویت کے ساتھہ اصلا اختصاص
نہین رکھتے بلکہ لوازم نفس ایمان و اسلام سے واقع ہوئے ہین ہر اہل اسلام
کو انکا التزام بہت تمام ضرور ہے ایسے ضروریات دین سے غافل رہنا جادہ عقل و ایمان
سے بہت نہایت دور ہے اصل مسلمان اوسیکو سمجھنا چاہیے جو شخص ان ضروریات
کے التزام و اہتمام سے غافل نہ رہے باقی رہا اور تمام عوام گوشت گاؤ کھانے
والے اہل اسلام کو جو مسلمان مجازا کہا کرتے ہین اور طعن مسلمان نہونے کا
اونپر نہین دھرتے ہین یہ مجازا اطلاق اسلام کرنا اور طعن مسلمان نہونیکا
اونپر نہ دھرنا بہت سے مصالح دینی پر مبتنی ہے فقط اس اطلاق کے جائز
اور رائج ہونے کے سبب سے ہر ناواقف ضروریات دین اور تارک
شعار مسلمین یہ یقین نکرے کہ مین مسلمان ہی ہون اکثر حمقا کا یہ بھی قول ہے
کہ نماز روزہ وغیرہ اعمال و افعال شرعی گو لوازم دین متین سہی لیکن چونکہ
اکثر مردم انفار دُھنے جولاہے تیلی تنبولی ملتزم ان اعمال و افعال کے ہو گئے
ہین پس اب یہ افعال بسبب اختصاص اون اہل ابتذال کے اسقدر
مبتذل نظر آتے ہین کہ اشتغال کرنا ساتھہ ان افعال کے گویا تشبہ
اور اشتراک ڈھونڈھنا ہے ساتھہ پُراج و انفار کے اور اشخاص ذلیل و خوار
کے ایسا سمجھنا ان حمقا کا کسقدر جہالت اور ضلالت ہے سبحان اللہ اگر

انشار طریق لیاقت اور آدمیت کو حاصل کرین تو کیا تم لوگو اونکی ضد کے
واسطے طریق آدمیت کا بالکل چھوڑ دینا چاہئے محل غور ہے کہ سرکار دولتمدار
انگریزی نے حسب کمال قدردانی علوم و فنون کے سبب سے آئین تعلیم
عام بلا اختصاص اقوام جاری فرمایا ہے اور ہر ایک شہر و دہ مین مدارس تعلیم
جابجا صدہا ہزارہا مقرر کیے ہین اکثر اطفال قوم ارذال کے بھی وہان تعلیم
ضروریہ پاتے ہین پس اگر شریف القوم لوگ یہ بات کہین کہ تعلیم فنون ضروریہ
مروجہ مدارس سرکاری مین تشبیہ اور مجانست ساتھ انشار و اراذل کے
لازم آتی ہے اور اس خیال سے جملہ علوم و فنون مروجہ ضروریہ کی تحصیل تکمیل
سے محروم و بے نصیب محض ہین تو ایسا سمجھنا اونکا سوا جہالت و بے تمیزی
کے اور کیا خیال کیا جاویگا اور بعض مدعیان عقل کا اس مقام پر اور ہی کچھ
کلام ہے کہ تھوڑا مباحثہ ان حضرات مدعیان عقل کا بھی سن لینا چاہیے

دلیل جلیل متضمن وجوہ عقلیہ فرضیت عبادت خداوند جل و علا و ضرورت بعثت حضرات انبیا و نیز وجوہ عقلیہ فرضیت اعمال خاصہ صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ

سوال صوم و صلوۃ حج زکوۃ وغیرہ اعمال شرعیہ مین جان مارنے کی
کچھہ ضرورت نہین ہے کس واسطے کہ خداوند تعالے کچھہ محتاج تو ہمارے
ان اعمال کا ہے نہین پس درصورت عدم ضرورت اگر حکم فرمانا خداوند تعالے

کہ ایسے اعمال سنکے واسطے تسلیم بھی کر لیا جاسے تو بھی درصورت قصور و عدم تعمیل حکم شان رحمت الٰہی ارفع ہو اس بات سے کہ ایسے اعمال بلا حاجت غیر ضروری کی عدم تعمیل کے واسطے جنکی طرف کچھ اصلا احتیاج خداوند عالم کو نہین ہو بندگان ضعیف و نحیف کو ستا دے اور معذب فرما دے

جواب یہ بات صحیح و درست ہو کہ خداوند عالم احتیاج ہماری عبادت کی طرف ہرگز نہین رکھتا لیکن اس سے یہ لازم نہین آتا کہ عدم احتیاج کے سبب سے عبادت کے ساتھہ مامور فرمانا اوسکا اپنے بندون کو ناجائز اور لغو و فضول ٹھہر سے اور اگر ایسا خیال کیا جاسے تو چاہیے کہ اور تمام افعال الٰہی پر بھی گمان و اطلاق لغویت لازم آئے یہانتک کہ خود پیدا کرنا عالم کا سوا لغو و فضول کے اور کچھہ قرار نپاسکے کسواسطے کہ خداوند عالم کو احتیاج تو کسی شی ماسوا کیطرف نہ تھی اور نہ ہو اور نہوگی ذات پاک اوسکی بے نیاز ہو تمام جہان سے لیکن ساتھہ عدم احتیاج کے انواع و اقسام مخلوقات کو اوس کریم برحق حکیم مطلق نے خلق فرمایا پس جسطرح ساتھہ عدم احتیاج کے اور تمام اشیا اور امور کا ظہور اوس حکیم مطلق سے مورد حرف و کلام نہین ہو اسی طرح نافذ فرمانا احکام عبادت کا بھی بسبب عدم احتیاج کے کسیطرح مورد حرف و کلام نہین ہوسکتا اور اگر کوئی شخص یہ بات کہے کہ اور تمام امور و اشیا کیطرف گو احتیاج خداوند عالم کو نہین لیکن بہت سی حکمتین اور مصلحتین اون سب امور و اشیا مین رکھی گئی ہین کہ منافع اونکے مخلوقات کی طرف راجع ہوا کرتے ہین پس خلق فرمانا اون تمام امور و اشیا کا

لغو وفضول ہو اخلاف حکم عبادت کے کہ اسمین کوئی حکمت یا مصلحت
اور نفع بھی نہیں ہے تو جواب اسکا یہ کہ اکثر امور و اشیا یا تمام امور و اشیا کے
منافع کا ایک دوسرے کیطرف راجع ہونا یہ حکمت و مصلحت بلا شبہ مسلم
لیکن جب احتیاج تو ان منافع کیطرف تمام اشیا کو بعد خلق کے ثابت ہوئی
قبل خلق کے حالت عدم مین تو کسی چیز کو بھی ایک دوسرے کی طرف ہرگز
احتیاج نتھی پس خلق ہونا اور عدم سے وجود کی طرف آنا ہی باعث احتیاج
کا ہوا اب ہم پوچھتے ہین کہ خود ابتدا سے خلق اشیا کے واسطے کون سی
ضرورت یا حکمت اور مصلحت تھی جس ضرورت یا حکمت و مصلحت سے اس تمام
سلسلہ مخلوقات کو پیدا فرمایا جسکے پیدا ہونے پر ترتب سلسلہ احتیاج کا
بھی ایک دوسرے کی طرف لازم آیا پس اصل حکمت اور مصلحت خلق عالم کی
اگر کوئی عاقل بیان کریگا تو یا تو یہ کہیگا کہ اصل حکمت اور مصلحت ان تمام
مخلوقات کے پیدا کرنے مین یہ تھی تا کہ یہ تمام امور و اشیا اس جہان کے
کمال قدرت و حکمت اور اور باقی تمام صفات حضرت خالق کائنات
کی طرف دلیل ہون اور ہر ایک شی سے ایک صفت کمال بحکم نظر استدلال
سمجھ لیا جاوے مثلاً صفت رزاقی کا ظہور قبل خلق رزق و مرزوق کے
کچھ نتھا بعد خلق ہونے اور رزق پانے اور لغائے غیر مترقبہ کھانے
مرزوقات کے یہ صفت تمام عالم پر جلوہ گر ہوگئی یا یہ بات کہیگا کہ ایک
صفت الٰہی کا اقتضائے ذاتی یہی تھا کہ جو جو آثار اور نتایج اوسکے ہین
اونکا ظہور ضرور ہو لہذا صفت خالقیت و رزاقیت وغیرہ منجملہ صفات

کے نتایج وآثار کا ظہور قطع نظر کسی احتیاج اور غایت اور فوائدے سے بھی
ایک امر تھا ضروری سوا ان دو شقون کے کوئی تیسری شق ایسی ہرگز نہین ہو
جسکو کوئی عاقل بھی بیان کر سکے ہرگاہ اصل وجوہ ان تمام امور واشیا کے
ظہور کی یہی دو ٹھہرین تو یہ دونون وجوہ توجیہ احکام عبادت مین بھی ضرور ہی
قائم اور مسلم ہو سکتی ہین یعنی ہر عاقل اس بات کو سمجھ سکتا ہے اور کہہ سکتا ہے
کہ اقتضاے نفس صفت حکومت وملکیت ومالکیت خداوند خالق سچے
قادر مطلق قطع نظر کسی فائدے اور عدم فائدے سے یہی تھا کہ حکم عبادت
بندون کو دیا جاے اور اطاعت وفرمانبرداری اوس مالک حقیقی اور
حاکم تحقیقی کی بندگان مملوک ومحکوم سے بالضرور ظہور مین آئے یا بنظر اس
مصلحت کے کہ تا طاعت وعبادت بندون کی درک کمال حکومت
وملکیت ومالکیت خداوند اور اوسکے کمال احسان وامتنان کی شرح وبیان
کی طرف دلیل ہو اور غایت اظہار تذلل وانکسار بندون کا بمقابلہ کمال
عظمت وقدرت وتوانائی اوس خداوند اعظم واجل کی شناخت مرتبہ
حضرت خالق اکبر پر بینۂ اتم اور برہان جلیل ہونا فذکرنا حکم عبادت کا کارخانۂ
حکمت اور مصلحت مین ضرور ہوا غرض جو علل ووجوہ اور تمام امور واشیاے
متحققہ ومسلمہ عالم کے واسطے قائم ومسلم ہو سکتے ہین وہی علل ووجوہ
نفاذ امر عبادت کیواسطے بھی ضرور ہی قائم ومسلم ہین اس صورت مین
غیر ضروری یا فضول جاننا احکام طاعت وعبادت کا بمقابلہ اور تمام
امور واشیا اس عالم ظہور کی محض حماقت اور سراسر ہٹ دھرمی ہے ❖

سوال دلیل ہونا احکام عبادت کا اوپر وجود صفت حکومت وملکیت
ومالکیت خدا ہی ہی ہوتا کے یہ بات مسلم سہی لیکن اس امر کی تسلیم سے
ضروری ہونا اعمال عبادت کا یا اور کوئی مرتبہ ان افعال کی مصلحت کا
بنظر فوائد ومنافع ذاتی بندون کے ظاہر نہین ہوتا کیونکہ خداوند خالق
بحق کی ذات وصفات پر تو سبھی اشیا اس عالم کے قطع نظر اس بات سے
کہ وہ اشیا ضروری ہون یا غیر ضروری خوب ہون یا زشت نافع ہون
یا غیر نافع دلیل بین ہین اسیواسطے کہا گیا ہے ع ہر انچہ آفریدست بینندہ را
نشان میدہد آفرینندہ را + ففی کل شیٔ لہ آیۃ تدل علی انہ واحد پس دلیل
ہونی وجود ہر مصنوع سے اوپر وجود صانع کے یا اوسکی کسی صفت خاص
کے یہ لازم نہین آتا کہ وجود اوس مصنوع کا کوئی شئ ضروری یا مفید واسطے
بندون کے بھی ضروری ہو پس اس صورت مین واسطے واجب العمل اور
امر ضروری ثابت ہونے اعمال عبادت کے صورت ضرورت ان اعمال
کی بنظر فوائد ومصالح ذاتی بندون کے ثابت کرنا چاہیے تاکہ ہم ان اعمال
کو عبث وفضول نجانین اور بسبب ثبوت فوائد ومصالح ذاتی اپنے کے
انکی ضرورت اور مصلحت کو بلا عذر وتامل مانین جواب اول تم اعمال عبادت
کو عدم احتیاج خداوندی کے حیلے سے لغو وفضول کہتے تھے ہرگاہ جواب
تمہاری اوس نافہمی کا دیا گیا اور باوجود تسلیم وثبوت کمال استغنا سے
حضرت خداوند اصل منشا اور فائدہ ان اعمال وافعال کا بدلیل عقلی بیان
کیا گیا اوس وقت تمنے دوسرا حیلہ اور تکلیف عبادت سے بچنے کا ایک اور

وسیلہ تلاش کیا اور دوسرے طریق سے تقریر حیلہ جوئی کو شروع کر دیا
یعنے پہلے تو خداوند کے ذاتی فائدہ اور عدم فائدہ کا حیلہ کرتے تھے
اب خود اپنے فائدہ وعدم فائدہ ذاتی کا حیلہ کرنے لگے اول اسکا
جواب ہم تمکو یہی دیتے ہین کہ مالک کی تابعداری اور فرمانبرداری
کو اپنے نفع ذاتی کے ثبوت پر منحصر رکھنا جادۂ اطاعت سے نہایت
دور ہی کیونکہ جس اطاعت کا ابتنا محض اپنے نفع ذاتی پر ہو وہ اطاعت
اطاعت نہین ہی بلکہ اوسکو محض خودغرضی کہنا چاہیے بعد اوسکے ہم اوس
ضرورت اور فائدے کو بھی بیان کرتے ہین جس ضرورت اور فائدے
کو تم پوچھتے ہو سمجھو اور خیال کرو کہ انسان اشرف المخلوقات کچھ فقط
کھانے پینے بگنے موتنے یا کھیل کود لہو ولعب مین مشغول رہنے کے
واسطے نہین پیدا کیا گیا ان سب کامون کے واسطے حیوانات کیا کم تھے
اور کونسی مزیت انسان کو حیوانات پر ان کامون کے سبب سے پیدا
ہوسکتی ہی پس جاننا چاہیے کہ اصل کار اور مایۂ شرف واعتبار واسطے
انسان کے باتفاق جملہ عقلا وحکما سوا تحصیل وتکمیل مرتبہ حکمت نظری اور
حکمت عملی کے اور کچھ نہین ہی یعنی نوع انسان کو جو خداوند حکیم بحق صانع
وقادر مطلق نے ایسی بڑی نعمت جوہر عقل دی ہی اور انواع واقسام
صفات وکمالات کے ساتھ صفت جامعیت عنایت کی ہی اصل کار مقصود
اوس صاحب جوہر عقل وصفات وکمالات کا کیا ہی اول تحصیل وتکمیل حکمت
نظری تا جملہ حقائق ودقائق موجودات کو تا حد مقدور اور امکان درک اپنے کے

خیال کرنا چاہیے معلوم کرنے کے واسطے کہ ہر یک حقائق و دقائق موجودات سے بڑھکر کوئی فضل و شرف اور صفت کمال واسطے انسان کے نہین ہی اور چونکہ حقائق اشیا نہایت کثیر ہین اور مراتب اون سب حقایق کے متفرق بفرق بعید متفاوت بتفاوت شدید واقع ہوے ہین لہذا رتبہ علم ہر ایک حقیقت کا موافق مرتبہ اور شان اوس حقیقت کے ہوا کرتا ہی پس جس قدر حقیقت معلوم اشرف یا ادق ہوگی اوسیقدر علم بہی اوسکا اشرف وادق اور باعث شرف وکمال واسطے صاحب علم کے ہوگا بنا علی ہذا معرفت وشناخت ذات وصفات خداوند کائنات سے بڑھکر کوئی علم بہی اشرف وادق یا باعث فخر وکمال واسطے انسان کے نہین ہی اور سب مراتب علوم حقائق اشیا کے مرتبہ علیا سے معرفت ذات وصفات خالق کائنات سے ادون وفروتر ہین تفاوت شرف وکمال علم معرفت اور علوم معلومات دیگر کو قیاس تفاوت مرتبہ ذات احدیت اور مراتب ذوات تمام مخلوقات سے سمجھ لینا چاہیے پس علم معرفت باعث شرف وکمال تو ہئی ہی علاوہ شرف وکمال کے اصل مطلوب اور تمام علوم سے زیادہ تر مقصود بھی واسطے انسان کے علم معرفت ذات وصفات حضرت خالق کائنات ہی ہوا کرتا ہی کس واسطے کہ بعد تسلیم اس بات کے کہ خلق عالم کچھ عبث بے سود محض نہین کیا گیا یہ بات بھی بالیقین ستوجب تسلیم ارباب عقل سلیم ہی کہ اصل مقصود خلق عالم سے یہی ہی تا کہ ظہور جملہ امور واشیاء مصنوع قدرت سے کمال قدرت وحکمت ودیگر جملہ صفات کمالات حضرت خالق کائنات ظاہر

ہوتا ہے اور ہر فن علم جو مشتمل شرف اطلاع اوس سے پاے اصل منشا
خالق عالم و اشیا کی سوا انکے صفات و کمالات ذات حضرت خالق کائنات
کے اور کچھ نہین ہے باقی تمام مصالح اور منافع وجود اشیا کے ابداع میں مصلحت
اور حکمت کے واقع ہوے ہین لہذا بدون تحصیل علم معرفت ذات و صفات
خالق کائنات کے اور تمام علوم و کمالات کو گویا ہیچ و لیوچ محض سمجھنا چاہیے
یعنی اگر تمام مصنوعات کو جانا اور ذات و صفات صانع ہی کو نہ پہچانا تو
کیا جانا اور کیا پہچانا غرض مرتبہ حکمت نظری جو افضل مراتب اور اصل کار
اور مایۂ اعتبار واسطے انسان کے واقع ہوا ہے جزو اعظم اور مقصد اہم اوسکا
علم معرفت ذات و صفات حضرت خالق کائنات ہی ہے یہان تک تو بیان
معنی حکمت نظری کا اور ثبوت جزو اعظم اور مقصد اہم ہونے علم معرفت کا
واسطے اوسکے کیا گیا اب معنی حکمت عملی کو بھی سمجھ لینا چاہیے مخفی نرہے
کہ حکمت عملی مراد ہے قیام انسان سے واسطے عمل کارہاے واجب مناسب
کے پس اسطرح درک حقائق جملہ موجودات کا بقدر طاقت و لیاقت واسطے
انسان کے موجب شرف و کمال ہے اسیطرح قیام کرنا انسان کا واسطے
اداے حقوق واجب اور معاملات مناسب ہر شے کے باعث مزید شرف
اور مدار اعظم مرتبہ حسن اعمال ہے جسطرح وہ ضروری ہے اسیطرح یہ بھی از جملہ اہم
امور ہے حکمت نظری صرف مرتبہ علم ہے اور حکمت عملی مرتبہ عمل لہذا حکمت نظری
بے حکمت عملی کے تمام نہین ہوتی علم بے عمل کو مثل شجر بے ثمر کے
سمجھنا چاہیے غرض تحصیل و تکمیل حکمت عملی بھی اشد ضروریات سے واسطے

انسان سے کے ہے علم اخلاق و سیاست مدن و تدبیر منزل جو کہ اقسام حکمت عملی سے واقع ہوئے ہین کس درجہ علوم محتاج الیہ ضروری واسطے انسان کے ہوتے ہین الحق جو منصب والا سے شرف انسانیت حضرت انسان کو عطا کیا گیا ہے حق واجب الادا اوس منصب کا یہی ہے کہ بعد درک حقائق جس شی کے ساتھ جو برتاؤ اور معاملہ واجب یا مناسب عقلاً اسکو چاہیے بشرط تیسر و امکان ہرگز قصور اوسمین نکرے معاملات واجب و مناسب متعلق ساتھ منصب والا سے انسانیت سے کے بہت سے ہین لیکن مقصود بحث ہمارا اتمام اقسام معاملات سے کے ذکر سے نہین ہے اصل غرض اس جگہ ایک صنف خاص معاملات حقوق واجب سے کے ذکر سے ہے مخفی نرہے کہ حقوق واجب الادا متعلق ساتھ ذات انسان سے کے تین اقسام پر منقسم ہین اول حقوق نفس ذات دوم حقوق خالق سوم حقوق دیگر انواع مخلوقات اِن سب حقوق کی کیفیت وجوب اور کیفیت ادا جدا جدا کتب حکمت عملی و قوانین شرائع اہل اسلام مین بشرح تمام و بسط مالا کلام مذکور و مسطور ہین پس جاننا چاہیے کہ حقوق نفس ذات سے کے بحث کی تو کچھ ضرورت ہی اس جگہ نہین ہے رہے حقوق خالق اور حقوق دیگر انواع مخلوقات اصل غرض ہماری ان دونون اقسام حقوق کے وجوب و لازم اور فرض و محتم ثابت ہونے سے ہے اما حقوق انواع مخلوقات مثل حقوق مادر و پدر و ہمشیرہ و برادر و زنان و اولاد و اقربا و آقا و استاد پس ان سب حقوق سے کے واجب الادا ہونے مین تو کسی عاقل بلکہ سفیہ جاہل کو بھی گنجایش بحث و کلام نہین ہے اما حقوق

خالق پس اشدو ازید ہونا حقوق حضرت خالق کا تمام حقوق مخلوقات سے
ایک ایسا امر بدیہی ہی کہ جسکو اجلی بدیہیات سے کہنا چاہیے تفوق مرتبہ
احسان حضرت ملک منان کا اور تمام مراتب احسانات محسنان دیگر سے
اس درجہ ہی کہ جو نسبت قطرے کو دریا کے ساتھہ ہوا کرتی ہی اور تمام
احسانات محسنان دیگر کو وہ نسبت بھی ساتھہ احسان حضرت ملک منان کے
نہین ہو سکتی پس ہرگاہ مرتبہ احسان خداوند کا سب محسنون کے
احسانات سے زیادہ تر ٹھہرا اور مان باپ آقا یا استاد کسی محسن کے
احسان کی اوسکے سامنے کچھہ حقیقت ہی ثابت نہوئی تو اداے حق
واجب الادا بھی اس مرتبہ کا جملہ مراتب حقوق دیگر سے واجب و لازم تر
ثابت ہو چکا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ہرگاہ مان باپ وغیرہ ادنے محسنون
کے عدم اداے حقوق سے انسان بدتر از حیوان جملہ عقلا کے نزدیک
شمار کیا جاتا ہی تو ایسے محسن اعلے کے عدم اداے حقوق سے تو انسان
کو کیا کہنا چاہیے الحق خداوند عالم کے حقوق کے اعلے مدارج جملہ حقوق
ہونے مین تو کسی عاقل بلکہ سفیہ جاہل کو بھی انکار نہین ہی لیکن بعض نادانان
مدعیان عقل یہ بات کہتے ہین کہ مان باپ آقا وغیرہ احتیاج طرف رعایت
اور جزاے احسان منعم علیہ اپنے کے رکھتے ہین لہذا اداء اون کے
حق احسان کا انسان پر ضرور ہوا کرتا ہی بخلاف حضرت منعم حقیقی کے یعنے
خداے سبحانہ کہ وہ صمد و بے نیاز ہی ہرگز احتیاج اور پروا کسی
منعم علیہ کیطرف نہین رکھتا پس اداے حق اور جزاے احسان کو کسی منعم علیہ

کیطرف سے بمقابلہ احسانات اوس منعم محسن کے ضروری کیا بلکہ فضول محض
سمجھنا چاہیے یہ کہنا اون نادانون کا محض حماقت اور سراسر جہالت ہے کسواسطے
کہ لزوم شکر وتعظیم واطاعت خواہ اور کسی قسم جزاے احسان کا موقوف اور
منحصر اوپر ثبوت احتیاج منعم ومحسن کے ہرگز نہین ہوتا چنانچہ دعوے
عدم توقف لزوم شکر وتعظیم واطاعت یا اقسام دیگر جزاے احسان کا اوپر
ثبوت احتیاج منعم ومحسن کے دلائل شتی سے ثابت ومتحقق ہے منجملہ اون
دلائل کے چند اونکے یہان ذکر کیجاتی ہین **دلیل اول** اصل عمل
مقدم اور واجب اہم واسطے جزاے احسان کے بحکم عقل واتفاق جمیع عقلا
کیا ہے اداے شکر وسپاس وتعظیم وتکریم واظہار اطاعت وانکسار نسبت
منعم احسان کنندہ کے پہونچانا کسی اور فائدے مالی یا خدمت بدنی کا کہ وقت
محسن کو احتیاج طرف اوسکے ہووے بہ تقدیر احتیاج محسن کے پہونچانا
نفع خاص محتاج الیہ کا بھی اقتضا حق واجب الاداے محسن کا ہوا کرتا ہے
بلکہ بدون ثبوت احتیاج محسن کے بھی عرض کرنا خدمت مالی یا بدنی کا واجب
طریق انیق حق شناسی اور سپاسگذاری سے ثابت ہوا ہے لیکن بہ تقدیر
ایصال نفع محتاج الیہ خواہ غیر محتاج الیہ کے بھی اداے شکر وسپاس و
تعظیم وتکریم اور اظہار اطاعت وانکسار قبل از عرض وایصال نفع مذکور ضرور
چاہیے اداے مراتب شکر وسپاس وتعظیم وتکریم کو فریضہ مقدم جاننا
اور ایصال نفع محتاج الیہ کو علاوہ اور ضمیمہ مابعد اوس واجب ضروری اہم
کا گردانا واجبات عقلی اداے حق احسان سے ہے اسیواسطے عقلاے

حیاہ دست زمین کسی اوسکے بس اوسنے چیز یعنی مثلاً ایک مٹھی بھری عطر یا ایک پیالی چاے یا ایک گلوری پان سکے احسان کے مقابلے مین بھی ان اشیاے خفیف کے پیش کرنے والے کے سامنے سر جھکانا یا ہاتھ واسطے سلام کے اوٹھانا یا منہ سے لفظ تسلیم و آداب کہنا یا یہ کہنا کہ ہم بہت ممنون آپ کے ہوے یا اور کسی طریق تعظیم خاص یا لفظ خاص کو موافق رسم و آئین ملک و دیار اپنے کے ادا کرنا ضروریات منصب ادب و انسانیت سے جانتے ہین اور نہایت امر مقدم و ضروری واسطے اداے حق احسان کے اسی اداے تعظیم و سپاس اور اظہار اطاعت و انکسار کو گردانتے ہین یہانتک کہ کوئی شخص اپنے محسن کو کیسا ہی فایدہ مالی اتم و اعظم کیون نہ پونہچالے لیکن اگر شکر و تعظیم و تذلل و انکسار سے اوسکے ساتھہ پیش نہ آئیگا اور مراتب شکر و تعظیم کو ناجایز یا غیر ضروری ٹھہرائیگا تو باوجود ایصال نفع کثیر بھی وہ شخص جملہ عقلا کے نزدیک طریق ادب و شایستگی سے دور و مہجور ضرور کہلائیگا بخلاف اوس شخص سکے کہ گو نفع مالی و غیرہ محسن کو نہ پونہچاوے لیکن اداے شکر و تعظیم اور اظہار اطاعت و انکسار سکے ساتھہ پیش آوے بے ادب اور ناشایستہ ہونیکا اطلاق نزدیک ارباب عقل و ادب کے ہرگز اوسپر نہ آئیگا ایصال نفع محتاج الیہ یعنی خدمت مالی محسن مین قصور کرنا بخل و غیرہ دوسری علتون کی وجہ سے ہوا کرتا ہے نہ بسبب ترک ادب پس ورنہ نفع کرنیوالا ایصال نفع مالی مین بخیل البتہ کہلاتا ہے لیکن باوجود نگہداشت مراتب ادب

وتعظیم کے بے ادب وبدتمیز اور ناشایستہ وغیر مہذب کا اطلاق تو ادنیٰ
کبھی بھی نہین آتا ہے گا پس ہرگاہ عمل مقدم اور واجب ضروری اہم واسطے ادا ے
حق منعم کے ادا ے شکر وتعظیم اور اظہار اطاعت وانکسار ہی ٹھہرا تو موقوف
ومشروط نہونا لزوم شکر وتعظیم منعم کا ثبوت احتیاج پر بخوبی تمامتر واضح و
لائح ہو گیا کیونکہ اگر ایسا نہوتا تو فقط ادا ے شکر وتعظیم محسن اور تمامی منافع
محتاج الیہ اشد ضروری محسن پر مقدم تر ہرگز قرار ندیا جاتا نہ لفور معائنہ ہر جنس
احسان بہ نسبت ہر قسم محسن کے صرف ادا ے شکر وتعظیم ہی واجب مقدم اور
ضروری اہم قرار پاتا نہ یہ ہوتا کہ حالت ترک شکر وتعظیم وادب مین تجاوز جو دکھلانا
ومراعات نفع مالی محسن بھی بالنسان بے ادب اور غیر مہذب کہلا ئے اور حالت
ادا ے شکر وتعظیم مین باوصف عدم مراعات ایصال منافع مالی محسن بھی مہذب
و بے ادب نہ سمجھا جاے الحق اگر ثبوت ضرورت ادا ے حق محسن کا صرف
تحقق واحتیاج محسن پر مستقر ومنحصر ہوتا تو لازم یہ تھا کہ کوئی عمل خاص واسطے
جزا ے احسان کے مقدم ضروری قرار ندیا جاے بلکہ جو فائدہ اشد محتاج الیہ
محسن کا ہو ایصال اوس فائدہ اشد محتاج الیہ کا ہی عمل مقدم ضروری قرار
پاے اور قطع نظر بحث اس امر سے کہ فائدہ اشد محتاج الیہ کا ہی مقدم ضروری
ہونا چاہیے فقط شکر وتعظیم واطاعت وانکسار کے تو نفس محتاج الیہ ہونے مین
بھی بہ نسبت ہر فرد محسن کے بحث وکلام ہے پس نہ متوقف ہونا لزوم شکر
وتعظیم ودیگر اقسام جزا ے انعام منعم ومحسن کا ان تمام مقدمات کی رو سے
بداہت تمام مسلم اولی الافہام ہے دلیل دوم چونکہ نفس ذات

احسان کی عقلاً مقتضی اس بات کی واقع ہوئی ہے کہ بمقابلۂ احسان کے
احسان ہی ساتھ محسن کے کیا جاے اور جواب نیکی کا سوا ساتھ نیکی
کے ندیا جاے پس اس صورت مین ہم پوچھتے ہین کہ مقابلہ نیکی کا ساتھ
نیکی کے قطع نظر اس سے کہ جزاے احسان کی طرف احتیاج محسن کو
ہو یا نہو آیا فی نفسہ ضروریات و مستحسنات عقل و انصاف سے ہے یا نہین
اگر کہو کہ مقابلہ نیکی کا ساتھ نیکی کے ضروریات و مستحسنات عقل و انصاف
سے نہین ہے تو یہ دعوی تمھارا اول تو سر تا سر خلاف ارباب عقل و انصاف
کے ہے علاوہ اسکے جو قول تمنے اس سے پہلے بیان کیا تھا کہ مان باپ
آقا وغیرہ احتیاج اعانت و جزاے منعم علیہ کی طرف رکھتے ہین لہذا ادا
اونکے احسان کا انسان پر ضرور ہوا کرتا ہے محض غلط اور سر تا سر لغو ٹھہرا
بلکہ اس صورت اور شق مفروضہ مین تو جو محسن حاجتمند نفع پانے کا ہو
اوسکی طرف بھی ایصال نفع کرنا ضروری یا مستحسن ثابت نہین ہوتا اور
نہ امتیاز استحقاق حسن و قبح کا اس صورت مین اصلا باقی رہتا ہے اور اگر
ضروری یا مستحسن ہونا مقابلہ نیکی کا ساتھ نیکی کے مانتے ہو اور مسلمات
عقل و انصاف سے اسکو جانتے ہو تو اس صورت مین ہم یہ بات کہتے ہین
کہ محتاج ہونا نہونا محسن کا کسی قسم جزاے احسان کی طرف یہ تو ایک امر
آخر ہے ہرگاہ استحقاق جزاے نیک مقتضیات اصل ذات احسان سے
ثابت ہوا تو غیر ضروری یا نامستحسن جاننا اداے احسان کا بسبب دخل
دینے لحاظ کسی امر آخر کے ہرگز نہین چاہیے **دلیل سوم** لزوم

وضرورت ادائے حق منعم کے واسطے ثبوت احتیاج منعم ہرگز درکار نہین
ہے بلکہ صرف ثبوت صلاحیت و استحقاق ذات خاص کا واسطے منعم کے
چاہیے اسیواسطے قاعدہ عقلی اسطرح پر مقرر ہے کہ اگر کسی شخص کے ماں باپ
یا استاد یا آقا اس درجہ مستغنی ہون کہ ایک ذرہ احتیاج طرف کسی خدمت
مالی یا بدنی کے نرکھتے ہون بلکہ احتیاج اونکی اس شخص کیطرف کسی طرح پر
متصور ہی نہو تو اوس صورت مین بھی باوجود ثبوت عدم احتیاج صرف اس
سبب سے کہ نفس صلاحیت انتفاع کی اونکو باوجود کمال تنعم و استغنا
کے بھی حاصل ہوتی ہے گذراننا تحف و ہدایا کا اور پیش کرنا التزام خدمت مالی
و بدنی کا اپنی طرف سے واسطے اظہار محبت اور تبعیت و اطاعت انکے
کے واجب و لازم ہوا کرتا ہے جو نذور و تحف و ہدایا حضور سلاطین عظام اور امرا
بلند نام مین گذرا اور قبول ہوا کرتے ہین بنا اون نذور و تحایف کے گذرنے
اور قبول ہونے کی صرف بلحاظ ثبوت صلاحیت انتفاع ہی پر رکھی گئی ہے نہ
بلحاظ ثبوت احتیاج پر کسواسطے کہ اگر بنا ان نذور و تحف کی بلحاظ ثبوت
احتیاج پر مقرر ہوتی تو پیش ہونا ان نذور و تحف کا بعینہ مثل اعطائے
حقوق فقرا و محتاجین کے بسبب ثبوت افتقار و احتیاج سلاطین و
امراکے علامت اہانت و ملامت تصور کیا جاتا نہ علامت عظمت و کرامت
انکا حاصل سخن کا یہ امر بخوبی ثابت ہو چکا کہ ضرورت یا استحسان جزای محسن
ثبوت احتیاج محسن پر مشروط و منحصر نہین ہوتا بلکہ مشروط و منحصر ہوتا ہے صرف
اوپر صلاحیت و استحقاق محسن کے واسطے اوس جزا کی جو کہ پہنچائی جاے

پس اس صورت مین ضروری اور مستحسن ہونا ادائے شکر وسپاس وتعظیم و تکریم اور اظہار اطاعت وانکسار کا بہ نسبت خداوند خالق عالم وآفاق کے باوجود تیقن عدم احتیاج خداوند صرف ثبوت نفس صلاحیت واستحقاق کے سبب سے بالیقین ثابت ہی دلیل چہارم احسان عقلاً منقسم ہی اوپر وجوہ شتی کے پس بموجب ایک تقسیم کے دو قسمین احسان کی کیا ہین احسان معلل بالسبب واحسان غیر معلل بالسبب اور اسیطرح بموجب ایک دوسری تقسیم کے دو قسمین احسان کی کیا ہین احسان اولے بلا مقابلہ احسان اور احسان بمقابلہ احسان ہر گاہ ان دونون تقسیم کی چارون قسمون کو معلوم کیا تو جاننا چاہیے کہ احسان غیر معلل بالسبب عمدہ اقسام احسان سے ہی مرتبہ احسان غیر معلل بالسبب کا اس درجہ اجل واعظم ہی کہ گو کتنی ہی کوشش ادای حق احسان غیر معلل بالسبب مین کیجاے اور کتنی ہی جزاے مالی وغیرہ محسن کو بمقابلہ احسان غیر معلل بالسبب کے دیجاے ادا ہونا حق احسان غیر معلل بالسبب کا عقلاً کسی طرح ممکن نہین ہو سکتا کسواسطے کہ کتنا ہی احسان بمقابلہ احسان غیر معلل بالسبب کے کیا جاے پھر معلل بالسبب ہی معلل بالسبب کو ساتھہ غیر معلل بالسبب کے تاب مقاومت کب ہی پس عمدہ جزا احسان غیر معلل بالسبب کی یہ نہین ہوتی کہ کوئی شی بمقابلہ شی دیجاے بلکہ جزاے عمدہ اوسکی سوا شکر وتعظیم اور اظہار منت وعجز وانکسار کے اور کچھہ نہین ہی اظہار کمال شکر وتمنن واطاعت وانکسار پر اصل جزاے احسان غیر معلل بالسبب کو منحصر کرنا اور کسی قسم نفع محتاج الیہ مالی وبدنی کو بمقابلہ اوسکے کوئی وزن نہ

یا اوس محسن کی نسبت جو اصلا احتیاج اسکی تعظیم واطاعت کی طرف نرکھتا ہو ملحوظ رکھنا مراتب شکر و تعظیم کا اصلا ضروری نہ ٹھہرے اور مخالفت اوسکے مذموم اور خلاف نسمجھی جاوے دیکھو اگر کسی شخص سے ناسپنے ملازم یا متوسل کے ساتھہ غایت درجہ احسانات ہر قسم کے تمام عمر کیے ہون اور اوس محسن کے انتقال اور ارتحال کے بعد کہین کسی صحبت مین ذکر اوسکا روبرو اس شخص سراپا بستہ احسانات کے آوے اور بیان محامد و اوصاف کیا جاوے اور اوس وقت یہ شخص ساکت محض رہے شکر و تعظیم اور شرح وبیان مراتب احسانات وخوبی ہاے محسن سے ایک بات بھی اپنے منہ سے نکلے یا بسبب زندہ اور موجود نہونے محسن کے ہمیشہ مواقع اور اوقات مناسب پر ذکر اوسکے احسان اوصاف کا اور شاکر اوسکے انعامات اور احسانات کا رہنا ضروری یا مستحسن نجانے بلکہ ایسے ذکر وفکر کو داخل حکم حماقت وفضولی محض گردانے تو جملہ عقلا اور اہل انصاف کے نزدیک وہ شخص بالیقین کافر نعمت کہلاوے گا احسان فراموش کا اطلاق اوسپر ضرور ہی آیگا غرض وجوب مرتبہ تعظیم و تکریم وشکر وسپاس یا اظہار تمنن وضراعت وانکسار کا بنسبت کسی منعم کے قطع نظر اس سے کہ اوس منعم کو ضرورت وخواہش بلکہ علم واطلاع بھی اوسکی ہو یا نہو واجبات ومقتضیات منصب والاے انسانیت سے ثابت ہے اور یہ بات کہنا کہ خداوند تعالے کو خواہش واحتیاج تو کسیکی تعظیم اور شکر وسپاس کی طرف ہے نہین پھر ادا کرنا ان مراتب کا

کیا ضرور ہے ان حضرات مدعیان عقل کی نارسائی فہم کا سراپا قصور ہے کیونکہ احتیاج اور پرواتوان مراتب شکر و تعظیم کی ایک بادشاہ دنیوی یا صاحب دولت و ثروت دنیوی کو بھی ہرگز کسی ادنے رعیت و مملوک و محکوم سے نہین ہوتی خداوند سلطان السلاطین احکم الحاکمین کی ذات تو بہت ارفع ہے اوس سلطان دوجہان مالک کون و مکان کو بھلا کب احتیاج و پروا کیطرف ممکن ہوسکتی ہے لیکن عدم احتیاج کسی بادشاہ عظیم القدر کی مستلزم اسکی نہین ہے کہ یہ سب مراتب شکر و تعظیم کسی رعیت اور مملوک و محکوم کی طرف سے اوس بادشاہ کے نزدیک لغو و فضول قرار پائین اور موجب خوشنودی بادشاہ نہ سمجھی جائین اگر اوسے تعظیم و سپاس محسن عقلاً ممدوح اور ضروریات اقتضاے عقل و انصاف سے ہے تو خوش ہونا اوس سے اور ناخوش ہونا اوسکے ترک سے ہر صاحب عقل و انصاف کو ضرور ہے مخالفت اس طریق انیق سے سراسر خلاف مقتضاے عقل و شعور ہے مراتب حسن و قبح مین فرق کرنا اور حسن سے راضی اور قبح سے ناراض ہونا ہر ایک صاحب عقل و انصاف کا ایک ضروری کام ہے خداوند عالم کو اس امتیاز فرق و تفاوت حسن و قبح اور اوسکی خوشنودی و ناخوشنودی سے بری جاننا یہ خداوند عالم پر بہت بڑا ایک الزام ہے نوع انسان اگرچہ سراپا بستہ بند غرض و احتیاج ہے مگر نیکی سے خوش اور برائی سے ناخوش ہونا جو اس وابستہ بند غرض کا بھی غرض و ضرورت ہی پر منحصر نہین ہوتا بلکہ چشم نیکو پسند مین ہر کام نیکو اور قرینہ اور ادب کا فی نفسہ

بہتر ہی معلوم ہوا کرتا ہی اور جو کام برا یا خلاف قرینہ و ادب ہی گو اصلا کچھہ
تعلق اور غرض یا احتمال نقصان و مضرت اوس سے انسان کو نہو لیکن
برا جاننا اوسکا اور ناخوش ہونا اوس سے عین لوازم عقل و انصاف سے
ہی صرف کسی غرض و ضرورت ذاتی کے سبب سے بھلائی سے خوش
اور برائی سے ناخوش ہونا بندگان غرض کا شعار ہی نہ پسندیدہ انصاف مندوں
کے واسطے بسبب غرض و احتیاج ذاتی کب درکار ہی پس اداے تعظیم
و سپاس یا اظہار انقیاد و انکسار نسبت حضرت محسن بحق خداوند بے مثل
کے ایک امر ہی ممدوح و محمود بالذات بلا شبہہ مرغوب و مرضی خداوند کو وہی پسند
اور ترک تعظیم و سپاس اور عدم اظہار و اقرار مراتب اطاعت و انکسار
کو بخلاف اسکے جاننا چاہیے تتمہ کلام اور خلاصہ مرام یہ کہ حکمت نظری
اور حکمت عملی یہ دونوں حکمتیں دو بازو ہین واسطے طیران افق عروج انسان
کے جملہ فضل و شرف انسان کا موقوف اوپر تحصیل و تکمیل انکے ہین و مدارج
ہوا کرتا ہی اور جس طرح جزو اعظم اور مقصد اشرف و اتم حکمت نظری کا درک
و شناخت ذات و صفات حضرت خالق کائنات ہی اسیطرح جزو اعظم
اور مقصد اشرف و اتم حکمت عملی کا کیا ہی اداے شکر و سپاس خداوند خالق
نفوس و انفاس ساتھہ بیان مدح و ثنا اور بجا آوری کمال تعظیم و تکریم اور
اظہار غایت تذلل و انکسار کے کہ حق واجب الادا ہی اوس خالق و محسن حقیقی
اور معین و دستگیر مطلق کا اوپر بندگان سراپا بستہ بند لطف و احسان کے
مرتبہ معرفت و شناخت جو جزو اعظم حکمت نظری کا ثابت کیا گیا اسی مرتبے کا

تمام ایمان ہی اور مرتبہ شکر وسپاس جو جزو اعلی حکمت عملی کا ہی بدلائل مان
لیا گیا لفظ اسلام بالکل صالح اسی جزو اعلی حکمت عملی کا شرح و بیان ہی
پس ایمان اور اسلام عمدہ مقاصد بود و وجود انسان سے ثابت ہوے
اصل مقصود بود و وجود انسان ایمان اور اسلام ہی ہا یہین بیان کوئی تحریر
یہ بات نہین کہے کہ صرف معرفت وشناخت ذات وصفات یعنے تجرد توحید
کو جو ایمان قرار دیا یہ محض خلاف ہی ثبوت ضرورت تصدیق رسالت سے
سنرا سمین انحراف ہی کس واسطے کہ اصل مقصود تو حقیقت توحید ہی
ہی لیکن چونکہ درک وشناخت ذات وصفات حضرت باری کا اور ادا ہونا
اوسکی مدح وتعظیم وشکرگذاری کا انسان ظلوم وجہول سے جیسا کہ چاہیے بدون
توسط رسالت اور توسل حضرات انبیا علیہم السلام کے ممکن و متصور ہی نتھا
لہذا تصدیق انبیا لامحالہ جزو داخل حقیقت ایمان گردانی گئی اور ضرورت اونکے
اطاعت وانقیاد کی جملہ احکام ضروریہ عبادت اور سلوک طریق خیر وسعادت
مین مسلمات عقلیہ سے مانی گئی پس اعتراض بعض نادانون کا
کہ ضرورت بعثت انبیا کی کچھہ بھی ثابت نہین ہوتی محض لغو محل غور انصاف
ہی کہ سرکار انگریزی سلطنت جو ہزارہا کوس کی مسافت سے ہندوستان مین
آکر قبضہ واستحکام اپنا کیا سو برس سے زیادہ گذرے ہین کہ تصرف و انتظام
سرکار موصوف کا اس ملک مین برابر ہی اور ابتداے ظہور عملداری سرکار
سے الے یومنا ہذا جملہ رعایاے ہند کو تعلق اور سابقہ ساتھہ سرکار والا کے
برابر رہا پس باآنکہ جملہ اہالی ہند بہبود وبہبود اپنی نظر بعالم اسباب متعلق

ساتھ سرکار انگریزی ہی کے جانتے ہین اور ہر طرح مفید و کارآمد ہوتا
تحصیل رضا و اتباع مرضیات اہالی سلطنت لندن کا واسطے اپنے جملہ تقضیات
سے مانتے ہین لیکن باوجود اتحاد جنسیت بشری صرف بعد مسافت ملک
انگلستان اور تغائر صنفی اہالی یورپ کے سبب سے یہ ممکن نہین ہوسکتا
کہ بدون تعلیم و تفہیم صاحبان انگریز کے یا خود لنڈن پہونچ جانے اور فیض
تعلیم خاص پانے اہل ہندوستان کے رعایا و رؤسائے ہند فقط زور
عقل یا قوت مناسبت جنسی سے جملہ منشاء اور خصوصیات خاصہ طبائع
اہالی انگلستان پر آگاہی کماہی پاتے بہت طالبان تعلیم و تہذیب و
شائستگی جدید تعلیمات جاریہ ہند پر اکتفا نکر کے واسطے تعلم طرق تعلیم و تہذیب
پسند و مقبول سرکار دولتمدار کے خاصۃً ولایت انگلستان کو جاتے ہین
ہندوستان مین گو کیسی ہی تعلیم عمدہ کیون نہ پاسکے لیکن ولایت کی تعلیم
و تہذیب کا اعتبار اور افتخار جس درجہ ہوتا ہے اوس درجہ یہان کی تعلیم و
تہذیب کا اعتبار اور افتخار ہرگز نہین ہوتا سبحان اللہ صنف انسانی کے
تو طریق مرضیات کا سلوک اور اتباع روش مرغوب و مطلوب خاص مجرد
قرائن عقلی سے بدون تعلم و اکتساب کے خود صنف مذکور سے یا حکام و
نائبان مرسل صنف مذکور سے بخوبی علی وجہ کما ینبغی ممکن نہو سکا پہر کس طرح
ممکن ہے کہ مراتب مرضیات خداوند بیچون و چرا کو بدون توسل و اتباع
انبیا کے کوئی مدعی عقل پاسکے جو لوگ قائل اس بات کے ہین کہ درک
و شناخت ذات و صفات خداوند جل و علے اور مرضیات خداوند جل و علے

سکے واسطے صرف عقل کافی ہی اگر ادن لوگون کو حکام سرکاری کی طرفسے
سالہا سال فیض قدیم تعلیم نہ پونہچایا جاتا تو محال تھا کہ کوئی شخص کبھی اصل
مناشی اور مرضیات خاصہ سرکار ذی وقار پر اطلاع کلی پاتا اصل مناشی
و مرضیات کا معلوم کرنا تو بدون دریافت امر و ارشاد خاص سرکار کے
ممکن ہی نہین ہی دیکھو اگر کوئی شخص واسطے حاصل کرنے تعلیم و تہذیب
مقبول و پسندیدہ خاص سرکار گورنمنٹ کی خود ولایت انگلستان ہی
مین جاکر مدت ہاے مدید قیام کرے تو بھی ممکن نہین ہی کہ فقط قراین عقلی
و تجربہ حسی سے اصل طریق واجب التحقیق کو جو کہ خاصۃ اس ملک کے واسطے
پسند و مطلوب سرکار دولتمدار ہی بالیقین حاصل کر سکے بلکہ محض تجربہ عقلی
اور خود رائی سے تو باوجود اکتساب طریق اور نقل خاص اہالی انگلستان
کے وہ شخص بالعکس مرتکب خلاف مرضیات سرکار گورنمنٹ بھی ہو سکتا ہی اگر
خود اتباع روش خاص اہالی انگلستان ہی مین اصل طریق مرضیات سرکار
والا اقتدار کو کھو سکتا ہی کس واسطے کہ بہت حرفت و صنائع و علوم و کمالات اہالی انگلستان
ایسے بھی ہین جنکا تعلم و اکتساب یہان کے لوگون کے واسطے خلاف
مرضیات سرکار والا اقتدار واقع ہوا ہی پس کس طرح ممکن ہی کہ شخص بلا لحاظ
اتباع مرضیات سرکار تا وقتیکہ خود سرکار یا واقفان مرضیات سرکار
سے ہدایت خاص اوسکو نہو مجرد قراین عقلی اور خودسری سے راہ منزل پر
ہرگز پہنچا سکے اور سلوک قراین عقلی مین خواہ مخواہ طرق متنوعہ و مرضیہ
سرکار والا اقتداری کو پاسکے پس ہرگاہ سلوک طریق رضا سے حاکم مجلس کا

مجرد ہدایت عقلی سے امر اشکال ہے تو سلوک طریق مرضیات خداوند جل و علا
کو تو محض ہدایت عقلی سے بدون فیض تعلیم حضرات انبیا و رہنماے خاصان خدا
کے سرتاسر محال خارج از دائرۂ وہم و خیال ہی سمجھنا چاہیے علاوہ اسکے
بہت سے امور خود اس جہان کے ایسے ہیں کہ جنکی ضرورت و عدم ضرورت
یا بھلائی اور برائی میں اختلافات کثیر مابین عقلاے جہان کے واقع ہیں
پس مجرد درک عقلی تو خود اس جہان کے امور کے واسطے بھی بالیقین کفایت
نہیں کر سکتا درک عقلی محتاج تعلیم و تفہیم واسطے اکثر امور اس جہان کے بھی
بالضرور ہے فکیف درک و شناخت ذات و صفات و مرضیات حضرت ایزد
بیچون و چرا اوسکے واسطے تو احتیاج ہدایت و تعلیم حضرات انبیا اور بھی
زیادہ تر ضرور از جملہ اہم امور ہے الحاصل ضرورت تصدیق و اتباع حضرات انبیا
بھی اس دلیل سے بخوبی ثابت ہوئی لیکن اتنی بات تحقیق طلب باقی رہی کہ
ملاحظہ مقدمات مذکورۂ بالا سے وجوب نفس شکر و تعظیم حضرت منعم حقیقی کا
البتہ ثابت ہوا لیکن اس ثبوت سے ثبوت ضرورت اداے اعمال و افعال
خاصہ صوم و صلوۃ حج و زکوۃ کا اصلا نہیں ہوتا پس اس ثبوت کے واسطے
بھی کوئی دلیل چاہیے واضح ہو کہ ہرگاہ واجب العمل ہونا مطلق تعظیم و تکریم
اور شکر و سپاس وغیرہ مراتب اداے حقوق احسان حضرت ملک منان
کا ثابت ہو چکا اور ظاہر ہے کہ تحقق مطلق من حیث ہو مطلق کا ممکن نہیں ہوتا
مگر ضمن انواع و افراد خاصہ میں لہذا اداے تعظیم و تکریم و شکر و سپاس کے
واسطے اختیار کسی قسم صور و اوضاع و اشکال خاصہ کا تو ضرور ہی چاہیے

پس اب ہم پوچھتے ہین کہ تعیین کسی آئین کی بھی واسطے اختیار اشکال و
اوضاع خاص کے اسجگہ لازم ومناسب تھی یا نہین اور درصورت ضروری
یا مناسب ہونے تعیین آئین کے آیا تعیین آئین جانب حضرت شارع
سے ہونا مناسب تھی یا یہ تعیین ذمہ ہر فرد واحد اہل اسلام کے یا او پر مشورے
یا وراتفاق جماعہ عقلاے انام کے یا شورہ واتفاقہا سے جدا جدا ہر ہر گروہ
عقلاے بلاد واقوام کے چھوڑ دی جاتی ان سب صورتون مین کون سی
صورت عقلاً واجب یا مناسب تھی اور کونسی صورت غیر واجب یا نامناسب
جملہ شقوق کی تحقیق حقیق کو اور وجوہ ضرورت تعیین آئین کو جانب شارع
سے جس طرح کہ واقع ہوئی ہے ہم بیان کرنا چاہتے ہیں **بیان وجوہ ضرورت مطلق**
تعیین آئین اعمال واشغال خاصہ عبادت ونیز ضرورت لتعیین آن خاصتہ
ازجانب شارع **وجہ اول** نہایت امر عظیم اور مہتم بالشان ہونا اعمال
عبادت کا مقتضی اسی بات کا تھا کہ کوئی طریق وآئین خاص اسکے واسطے
مقرر کیا جاے اور امور فضول اور غیر مہتم بالشان کی طرح مہمل نہ چھوڑ دیا جاے
وجہ دوم اب باوجود تقرر وجوہ وطرق ومزید تاکید بھی لوگ اداے اعمال
عبادت مین کمال غفلت وبے پروائی کرتے ہین پس اگر اصل سے کوئی
آئین وطریق ہی اسکے واسطے مقرر نہوتا تو اوس وقت تو وہی بھی تمام
لوگ غفلت وبے التفاتی کرتے ترک عبادات سے اور بھی بڈھ سے
وجہ سوم اگر تقرر طریق وآئین خاص نکیا جاتا تو سب لوگ یہی جانتے کہ امر
عبادت کچھ ضروری نتھا اسیواسطے تقرر کسی طریقہ خاص کا اوسکے لیے

ضروری نہین سمجھا گیا **وجہ چہارم** نسبت خالقیت و مالکیت اور انعام و احسان خداوند تعالے کی سب کے ساتھہ برابر ہے پس ادائے تعظیم و سپاس خداوند مین بھی کوئی طریق خاص مساوی واسطے جملہ مملوکون اور تابعدارون کے جاری رہنا مناسب بلکہ واجب ہوتا مساوات نسبت جملہ عباد پر دلیل ہو اور فرق امیر و فقیر اور اعلے اور ادنے کا اصلا باقی نرہے **وجہ پنجم** صورت عدم تقرر طریق خاص مین کوئی شخص کسی طریق خاص عبادت کی تعلیم تو حاصل ہی نکرتا پس اوس صورت مین جیسا کچھہ اہتمام اور انتظام اور وقعت اور احترام امور واہیہ بے آئین و تعلیم کا ہوا کرتا ہے اس امر عبادت کی بھی ویسی ہی قدر و وقعت ہوتی ایسی بے اعتنائی تو قدر عبادت کو بالکل ہی کھوتی **وجہ ششم** بدون قرار داد طرز و آئین خاص عبادت کے ہر منکر خدا بھی مدعی اداے حق عبادت کا ہو سکتا تھا پس فرق و امتیاز درمیان مطیع و عاصی کے ظاہر مین ہرگز ممکن نہوتا حال آنکہ اس فرق و امتیاز کو اصلاح امور عالم ظہور مین بہت بڑا دخل ہے **وجہ ہفتم** تہذیب امور و احوال و اصلاح و شایستگی رعایا مین سلطنت اور حکومت کو دخل تام اور اثر مالا کلام ہوا کرتا ہے یہان تک کہ ذمہ وار درست کرنے اور شایستہ رکھنے احوال رعایا کی سلطنت ہی ہوتی ہے پس ہر نوع درستی اور شایستگی کے واسطے ایک آئین و قانون مقرر و اسطے نگرانی اور دیدبانی حاکم اصلاح جو کہ ضرور چاہیے ورنہ ورک تفاوت و امتیاز درمیان شایستگی و عدم شایستگی احوال اہل اعمال کے ممکن ہی نہین ہے یہان تک

بیان وجوہ ضرورت مطلق تعیین آئین کا ہوا اب وجوہ ضرورت تعیین خاص
حضرت شارع کو بھی سن لینا چاہیے **وجہ اول** اختیار طریق وضع خاص
تعظیم وشکر وسپاس ہر محسن ومالک وآقا کا مناسب مرتبہ شان اوس محسن
ومالک وآقا کے چاہیے ہر گاہ عظمت وشان شاہان دنیا کی مرتبہ کمال
کا یہ حال ہے کہ درک وادراک اوسکے مراتب تعظیم وتکریم کا عوام وسفہا کیا بلکہ خواص
وعقلا سے بھی بیدون تعلم واستکشاف مراتب وداب وآداب ہے کے ممکن ومتصور
نہین ہوتا تو شان حضرت حق تو نہایت ہی ارفع ہے اوسکے مراتب تعظیم و
تکریم وداب وآداب خاصہ کے درک وادراک مین تو در حقیقت عقلا بھی مثل
سفہا کے عاجز محض تھے **وجہ دوم** ممکن تھا کہ سفہا بلکہ عقلا بھی بسبب عدم
مناسبت اور کوتہی درک کے ایسی راہ پر جا پڑتے کہ مناسب ساتھ مرتبہ تعظیم
وسپاس حضرت حق کے ہرگز نہ ہوتا بلکہ سلوک اوس راہ کا ادب وتعظیم کو
سرتاسر کھوتا **وجہ سوم** تعظیم ہر ملک کی مختلف ہوا کرتی ہے یہان تک کہ
بعض مراتب تعظیم ایک ملک اور قوم کے دوسرے ملک اور قوم کے نزدیک
سراسر داخل تحقیر ہوتے ہین پس اتفاق جملہ عقلاے روے زمین کا کسی
آئین خاص تعظیم وسپاس پر اول تو بسبب عدم امکان اجتماع جملہ عقلا یا اکثر
عقلاے تمام روے زمین کے فی نفسہ ایک امر محال تھا دوسرے بسبب اختلاف
اصناف تعظیم ہر ملک ودیار کے بھی داخل دائرہ تعسر واشکال تھا اور اجتماع
واتفاق معاشر عقلاے جملہ ممالک واقوام کا جدا جدا البتہ ممکن تھا لیکن جب
فائدہ تقرر طریق واحد مین واسطے جملہ بلاد واقوام مختلف کے ملحوظ کیا گیا ہے

یعنی دلیل بودنا طریق واحد کا اوپر مساوات نسبت جملہ عباد کے وہ فائدہ اس صورت مین بالکل مفقود ہوتا تھا وہ اسکے نہایت درجے کا فائدۂ اعظم اور نفع اہم اتحاد طریق عبادات جملہ مخلوقات مین یہ ہر کہ اتحاد طریق سلوک سفید مزید توافق واتحاد عباد ہوا کرتا ہی پس چونکہ توافق واتحاد عباد کمال درجہ مرغوب ومرضی خداوندا ور ممدوح عقل اتفاق پسند بھی ہی لہذا الحاظ اس فائدہ عظمے کا مقتضی اس بات کا ہوا کہ طریق عبادت واسطے جملہ عباد روی زمین کے صرف ایک ہی طور خاص پر مقرر کیا جاوے قرار داد طرق خاصہ جدا جدا موافق پسند ہر ملک وقوم کے اوپر آراے مختلفہ عقلاے بلاد واقوام مختلف کے چھوڑ نہ دیا جاوے چونکہ اجتماع واتفاق جملہ عقلاے روی زمین واسطے تجویز وتقرر ایسے قرار داد آئین خاص کے سخت اشکال بلکہ قریب بمحال تھا لہذا مقرر ہونا آئین مطلوب خاص کا من عند الشارع بالضرور لازم ہوا

وجہ چہارم اگرچہ قوت عقلی واسطے درک خیر وشر اور امتیاز نفع وضرر کے ہر ایک شخص کو تقدر اوسکی لیاقت کے دیگئی ہر اور اصلاح اکثر امور کی وابستہ ساتھ مشاورت عقلاے ہر قوم کے کی گئی ہر لیکن اصل وا واجراے مہمات امور دنیا کا کچھ عقول عامہ اور مشاورت سے قومی عقلا کے مقرر نہین کیا گیا بلکہ خلق ایک قسم افراد خاص یعنے گروہ حکماء پر یہ امر منحصر کیا گیا ہر دیکھو احکام حکمانہ قبیل احکام عقلی عامہ خلق سے واقع ہوے ہین نہ از جملہ احکام خاصہ مشاورت عقلا حالانکہ اکثر کارروائیان منتظم امور ومہمات دنیا کی اونھین تجاویز واحکام پر مقرر ومنحصر رکھی گئی ہین پس یہ خیال لبعض عیان

مقتضی تھا کہ بدرک و شناخت ہر خیر و شر اور نفع و ضرر کے واسطے عقل غریزی
ہر متنفس خامۂ خلق کی باشوریت عقلا سے ہر قوم کی کیا کم تھی کہ بعثت انبیا
واسطے ہدایت خلق کے تجویز کی گئی محض خیال خام ہے بلکہ اگر بچشم حقیقت
دیکھا جائے تو اصل تعلیم و تہذیب کا دار و مدار صرف ایسے افراد خاص ہی
کے خلق پر مقرر رکھا گیا ہے جن افراد خاص کی تجاویز و احکام ورے تجاویز
و احکام خواص و عوام واقع ہوئے ہیں پس جسطرح دار و مدار کارخانۂ دنیا
اتباع حکما پر مقرر کیا گیا ہے اسیطرح دار و مدار کارخانۂ دین وعقبیٰ اتباع
حضرات انبیا پر رکھدیا گیا ہے الحاصل ان تمام وجوہ کے بیان سے یہ بات بخوبی
ظاہر ہو گئی کہ طریق اطاعت و شکرگذاری حضرت باری میں بعلل و اسباب
مذکورۂ بالا تعیین آئین خاص فقط جانب شارع سے مناسب بلکہ واجب
تھا اور بدون تعیین آئین خاص حضرت شارع کے تو کسی طور سے بھی سر
سرانجام اس مرام کا ممکن و متصور نہو سکتا لیس بیان وجوہ مذکورہ سے
ضرورت ان اعمال خاصہ مقررہ من عند الشارع کی بخوبی ثابت ہو گئی اگر اس جگہ
کوئی شخص یہ سوال کرے کہ حضرت شارع نے اس قسم کے اعمال خاص
واسطے عبادت کے کیوں مقرر فرمائے جنکا بجالانا اکثر عوام پر دشوار ہوا کہ
ایک عالم قصور عدم اتیان کے سبب سے بند معاصی میں گرفتار رہا
جواب اسکا یہ کہ اصل مقتضائے حکم عقلی سے تو ادائے شکر و اطاعت محسن
بقدر مرتبہ و شان و انداز انعام و احسان محسن کے چاہیے چونکہ مرتبہ احسان
حضرت ملک منان حد درک عقول و افہام سے بھی زیادہ ہے اسلیے مالک اور

محسن کی شکر و اطاعت کے واسطے دستور و آئین بذل جہد جسقدر ضعیف از نہ ہو
مقرر کیا جاتا در حقیقت کم تھا پس ایسے موقع ضرورت کثیر مین اس قدر اعمال
وافعال قلیل و یسیر پر اعتراض و استعجاب کرنا نہایت عجیب ہی اس قسم کا اعتراض
درحقیقت لازم و مناسب کب ہی ان اسباب کی وجہ البتہ یوچھنی چاہیے کہ ہر گاہ انتہائے
درجہ قوت و مشقت انسان کو بھی بہ نسبت ادائے حق شکر ادنی نعمت خداوند معطی بحق مفیض مطلق
کے نسبت متناہی و غیر متناہی کی ثابت ہی تو ادا ہونا شکر نعمت خداوند کا تو
بندۂ ضعیف و نحیف سے کسی صورت سے بھی ممکن و متصور نتھا پس ایسے
محل ناممکن الحصول مین اسقدر اعمال وافعال قلیل و یسیر کو بھی کس واسطے
مقرر کیا درصورت عدم امکان ادا لازم یہ تھا کہ اس قدر اعمال وافعال کو
بھی حضرت شارع مقرر نفرماتا اکتفا فرمانا اس قدر اعمال قلیل و یسیر پر ایسے
محل ضرورت کثیر مین مصداق اس مثال کا ہوا کہ جس طرح کسی بادشاہ کے
کئی لاکھ روپیہ رعیت کے ذمے پر واجب الادا ہون اور وہ بادشاہ
بنظر بے استطاعتی اور ضعف حال رعیت کے اون کئی لاکھ روپون
کی عوض مین سو پچاس دس بیس روپیہ پر فیصلہ چاہے ایسا فیصلہ کوئی
عاقل بھی تجویز نکریگا بلکہ اوس بادشاہ کو ایسی حالت مین لازم یہی ہی کہ ایسے
مطالبہ کثیر کی عوض مین اسقدر رقم خفیف پر ہرگز فیصلہ نکرے اگر عفو کردینا منظور
ہی تو اوس تمام رقم کو عفو کردے رہا طلب یا قبول فرمانا کسیقدر نذر کا اون
رعیت سے واسطے تحقق و ثبوت مرتبہ اطاعت و انقیاد رعیت مذکور کے
اوسکے واسطے ایک روپیہ دو روپیہ یا خفیف سا کوئی ہدیہ روپیہ دو روپیہ کی

قیمت کا حضور بادشاہ مین گذرنا اور قبول ہونا بس ہی زیادہ طلب کرنا
سب بے فائدہ ایک ہوس ہی پس اب اس امر کی وجہ بھی سن لینا چاہیے کہ آیا
حضرت شارع نے بھی تعیین آئین شکر و اطاعت مین اس مرتبۂ معینہ سے بھی
زیادہ تر اضعف و اخس مرتبہ یعنی صرف دلالت شکر و اطاعت کے واسطے
کوئی کام برائے نام کسواسطے تجویز نہین فرمایا اصل وجہ اسکی یہ ہی کہ اگر واسطے
شکر و اطاعت کے کسی نہایت خفیف کام صرف برائے نام پر اکتفا کیا جا
تو ایسا اکتفا بھی سراسر خلاف عقل ہی ہوتا کس واسطے کہ جس طرح کسی ایسی
رعیت سے جسپر ہزارون لاکھون روپیہ بابت خراج کے باقی رہگئے ہون سو
پچاس روپیہ کے فیصلے پر راضی ہو جانا خلاف عقل ہی اسیطرح یہ بات بھی خلاف عقل ہی
کہ بادشاہ عظیم القدر کسی ایسی چیز بے حقیقت کے پیش کر دینے پر جو کہ نالایق
شان بادشاہی کے ہو نہ لایق مرتبہ ولیاقت اوس رعیت کے مسرور و
مفتخر ہو جاوے صرف اوس بے حقیقت چیز کو دلیل اپنے کمال حکومت اور
قبول امر کی ٹھہرالے بلکہ شایان شان حضرت بادشاہ یہ ہی کہ جو رعیت نہایت
درجہ ضعیف و نادار نحیف و نزار ہی اوس سے قدر قلیل کا قبول کرنا بھی کسیطرح
جائز نرکھے بلکہ خود اوسکی اعانت اپنی ہی طرف سے فرماوے اور جو رعیت صاحب
قوت و مقدرت ہی اوس سے جب کبھی کچھ نذرانہ واسطے تحقق و ثبوت مرتبۂ
اطاعت و فرمان برداری کے طلب یا قبول فرماوے تو اوس طلب و قبول مین
اتنی بات کو ضرور ملحوظ رکھے کہ اگر مقدار نذر و خراج اوسکی شایان شان حضرت
بادشاہ نہو تو شایان شان نذر و خراج گذار تو ضرور ہونا چاہیے ورنہ اشکی نذر و خراج

ہین اور امین صدقات وعطیات ہین جوکہ اکثر اوقات فقرا ومحتاجین وسائلین
کو واسطے ٹالنے غل شور اور طلب وتقاضا اون لوگون سے کے دیے جایا کرتے ہین
کچھہ فرق نہوگا الحق نذر خواہ ہدیہ اندازا وسکا احد الطرفین کی قدر مقدرت
اور شایان شان ہے کے موافق ہونا چاہیے پس اگر ہموافق مرتبہ کسی ایک جانب
سے بھی نہو تو ایسی نذر وادا کو تمسخر محض سمجھنا چاہیے ہان جو رعیت کہ لاکھو
روپیہ باقی اوسپر رہگئے اور اصلا طاقت اوس مقدار کے ادا کی وہ نرکھتا ہو
بعوض لاکھ روپیہ کے ہزار پانسو سو دوسو پر فیصلہ کرنا اوس سے البتہ
خلاف عقل ہے اور فی الواقع وہ تمام مقدار اوسکو عفو کردینا چاہیے لیکن یہ بات
بھی کسی طرح مناسب نہین ہے کہ بعد چھوڑ دینے تمام مقدار زر کثیر کے آیندہ
کے واسطے ایک ایسی مقدار بے حقیقت خلاف شایان شان پر فیصلہ
کیا جاے کہ جس سے خود اوس رعیت کو بھی ہنسی آئے اور کوئی شان بھی
ثبوت حکومت خواہ اطاعت کی بنائی جاے ہان جو شخص رعایا سے بالکل
نادار اور ضعیف ونزار ہے اوس سے کچھہ بھی نہ لینا اور بالکل حق خراج وغیرہ کو
معاف کردینا البتہ اقتضاے لطف وکرم ہے حضرت شہنشاہ دوجہان خداوند
خلاق کون ومکان نے اسی آئین عقل وانصاف کے ساتھہ اپنے
بندون کو مامور بطاعت وانقیاد فرمایا ہے یعنے بندگان محض ناتوان
گرفتار علل وامراض کو تو اکثر تکالیف سے معاف کیا ہے رہے بندگان
صحیح وتندرست صاحب طاقت اونکے حق مین بھی حکم طاعت باندازقوت
واستطاعت ہی دیا ہے جو تکلیف کہ شایان طاقت ولیاقت نہو سکے کبھی

سونہین دی گئی بلکہ طاقت ولیاقت تو انکی اس مقدار تکلیف موجبات بمراتب
زائد تھی لیکن نظر انکی کم ہمتی پر فرماکر قدر طاقت ولیاقت سے بھی کمتر مرتبہ
پر اکتفا اسکے واسطے کی گئی کسی کار مشکل زائد از حوصلہ ہمت کی بھی درحقیقت
تکلیف انکو نہین دی گئی لہذا تمام اس تمام بحث وکلام سے وجوہ عقلیہ تعیین و
اختصاص صوم وصلوۃ وحج وزکوۃ احکام خاصہ ضمنین شتین کو بھی معلوم کرنا چاہیے واضح ہو
کہ بادشاہان عالیشان سے جو کار وخدمات متعلق ساتھ غلامون اور ملازمون
کے ہوا کرتے ہین اون کامون اور خدمتون کی بہت سی قسمین ہین مثلاً
بعض نوکرون کو کام پہرہ چوکی ایوانات وکارخانجات شاہی کا بعض کو حراست
شہر واضلاع کا بعض کو خدمت تحصیل محاصل ملک بعض کو سر انجام مہمات
جنگ اسیطرح ہر صنف ملازمین کے واسطے انواع واقسام خدمات جدا جدا بسبب
لیاقت ہر واحد کے مقرر ہوا کرتی ہین اور بعض ملازمین شاہی اس قسم کے
بھی ہوتے ہین کہ سوا خدمت عرض سلام اور حاضری روزمرہ دربار شاہی کے
اور کسی کار وخدمت کا تعلق اونکے ساتھ نہین ہوتا پس چونکہ حضرت سلطان
حقیقی کی سرکار مین اور کسی کار وخدمت پہرہ چوکی وغیرہ کی تو احتیاج طرف
بندون کے تھی نہین لہذا صرف سلامی اور درباری ہونیکا حکم اور فرمان انکو
دیا گیا تاحق واجب الادا سے اطاعت وانقیاد او تعظیم وتکریم مالک الملک سلطان
حقیقی کو شعار اہل دربار ہر چند اوقات مقررہ پر بجالایا کرین اور چونکہ وقت حضوری
دربار شاہی کے آداب بجالانا اور زمین خدمت پر ناصیہ سائی کرنا اور واسطے
سلام اور تعظیم کے جھکنا اور دست بستہ ہونا اور کلمات مدح وثنا اور کمال تعظیم

وتکریم کے عرض کرنا اور اپنی غایت مذلت وانکسار کا اظہار کرنا اور حاجات و مطالب ضروری کو بکمال ادب و عجز والحاح معرض عرض والتماس مین پہنچانا اسی قسم کے تمام امور لازم وضرور ہوا کرتے ہین لہذا جو خدمت نماز پنجگانہ بطور شعار اہل دربار انکے واسطے قرار دی گئی ہے ہیئت کذائی اوس خدمت کی سراسر مشتمل اوپر اسی قسم حرکات وسکنات اور اقوال و افعال کے کی گئی ہے الحق نماز مجموعۂ جامعہ ہے واسطے جملہ اقوال وافعال تعظیم وتکریم اور مدح و سپاس اور اظہار جملہ مراتب عجز وانکسار کے لیکن یہ خدمت صرف خدمت حاضری وتسلیم مقرری روزمرہ کی ہے اور چونکہ ملازمان سلاطین کو بعض اوقات ضرورات خاصہ پر انداز مقرر روزمرہ سے زیادہ تر بھی ضرورت جاکری اور جانفشانی کے لاحق ہو جایا کرتی ہے یہان تک کہ بعض کارہاے اہم ضروری ایسے پیش آجایا کرتے ہین کہ جنکے اہتمام اور سر انجام مین کمال مصروفیت وسرگرمی کے سبب سے اپنی خورونوش کی خبر بھی ملازمان نمک حلال کو نہین رہتی اور ایک ایک دو دو وقت برابر کھانا کھانے کا اتفاق نہین ہونا لیں اگرچہ سرکار حضرت سلطان السلاطین اس قسم احتیاج کار وخدمت سے بے نیاز ہے لیکن چونکہ کمال سرگرمی ملازمان سلطنت سلاطین ظاہر کی ایسے اوقات خاصہ ضرورت مین محک امتحان خلوص عقیدت وانقیاد و واسطے ملازمان راسخ الاعتقاد کے ہوا کرتی ہے علی الخصوص اوس قسم ملازمین خاص کے واسطے جو کہ سوا خدمت سلام اور حاضری دربار کے اور کوئی کار محنت ومشقت متعلق ساتھ اونکے رہتا ہی نہو اوس قسم خاص ملازمین کا امتحان تو ایسی ہی خدمات ضرورت کے لحوق پر منحصر ہوا کرتا ہے لہذا حسب مصلحت اس قاعدہ سلطنت

کے حضرت سلطان حقیقی نے صرف واسطے امتحان مزید عبودیت وانقیاد کا ذمہ انکے
کے تمام سال مین کچھ ایام ازدیاد حاضرباشی اور کاروخدمت کے لیے بھی مقرر فرمائے
جن ایام مین صرف ایک وقت کھانے پر اکتفا کرنیکا حکم انکو فرمایا اور اکثر اوقات ان
ایام مین سرگرم طاعت وحاضرباشی دربار ملک جلیل جبار رہنے کیواسطے فرمان
آیا یعنی حکم ہوا کہ جس طرح ملازمان سلاطین ظاہر بعض اوقات ضرورت مین کھانے
پینے اور خواب راحت کرنے سے بھی بے پروا ہوکر شب وروز یا اکثر اوقات
سرگرم بجاآوری حکم وفرمان سلطان ہوا کرتے ہین اسیطرح تم بھی ان ایام خاصہ مین
اکثر اوقات سرگرم طاعت رہو کھانا بھی صرف ایک ہی وقت کھاؤ سونے مین بھی
زیادہ تر اوقات نگماؤ تا ہرسال امتحان تمہاری عبودیت وانقیاد کا ہوتا رہے پس
یہ حقیقت ہے صیام وقیام ماہ مبارک رمضان کی باقی رہے احکام حج وزکوۃ اب ان
دونوں کی حقیقت کو بھی معلوم کرنا چاہیے تقرر زکوۃ کی وجہ تو بہت ظاہر ہے کسواسطے کہ
رعایا وملازمین پر کسیقدر ٹکس اور خراج کا مقرر ہونا بھی لوازم آئین حکومت وسلطنت سے
ہے غرض اس ٹکس وخراج کے وصول سے یہ ہوتی ہے تا جسطرح امتحان انکی اطاعت وانقیاد
کا خدمات بدنی مین ہوا کرتا ہے اسیطرح امتحان انکی خدمت مالی کا بھی ہوتا رہے اور
یہ زرٹکس تھوڑا تھوڑا سب سے وصول ہوکر ایک خزانہ خطیر واسطے مصارف مہمات
سلطنت اور جیوش سلطانی کے جمع ہوجاے اور واسطے حاجت روائی فقرا ومحتاجین
ملک کے بھی کام آسکے اسی اصل کو کارخانہ سلطنت حضرت سلطان السلاطین کا
مثل کارخانہ سلطنت سلاطین ظاہر کے احتیاج استعانت طرف مال وزر بندگان سے اصلا
احتیاج کے نہین رکھتا لیکن تقرر زکوۃ کا واسطے بندگان اہل مقدرت کے

نالی اور کبھی بنظر رفاہ و فلاح اور تمام بندگان اہل حاجت کے اور صرف ضروریات
جیوش اسلام کے عین صواب اور متضمن مصالح جید و حساب ہے بعد معلوم
کرنے وجہ جلیلہ تقرر زکوٰۃ کے فرضیت حج کی وجہ کو بھی معلوم کرنا چاہیے ایک
قاعدہ مقرر سلطنتون کا یہ ہے کہ بعض مہمات و کارہاے ضروری کے سرانجام کے
واسطے یا صرف تعمیل حکم و رضاجوئی بادشاہ کی نظر سے ضرورت اختیار سفر دور
و دراز امصار و دیار اور ترک عیش وطن اور لطف معیت خویش و تبار کے بھی
احیاناً ملازمین کو ہوتی ہے علاوہ اسکے ملازمین و رعایاے اضلاع و اقطاع کے
واسطے جو کہ محل دار السلطنت سے مسافات بعیدہ پر رہا کرتے ہین کبھی تقریب
جشن یا موقع ضرورت خاص مین اضلاع منفصلات سے در دولت اور
آستانہ سلطنت پر حاضر ہونیکا حکم بھی کبھی ہوا کرتا ہے لیکن یہ امتحان اختیار سفر
اور قطع مسافات بحر و بر کا امتحانات مذکورہ بالا سے فائق تر تھا اور ظاہر کرنا تمام
کمال عبودیت بندگان طاعت کوش کا تمام ملک و ملکوت پر مد نظر تھا لہذا
تمام عمر مین ایک مرتبہ فرمان سفر حج بھی انکو دیا گیا ہے لیکن کمال رحمت سے یہ حکم
مشروط ساتھہ استطاعت ہی کے کیا گیا ہے تتمہ کلام اور خلاصہ مرام یہ کہ چونکہ طبیعت
بشر کی پابند امور عادیہ پیدا کی گئی ہے مراسم و عادات کو طبع بشر مین دخل تمام
اور اثر مالا کلام ہوا کرتا ہے لہذا بر وفق فہم و اقتضاے عقول عادیہ خلایق کے ابتدا
آئین عبادت کا او بر طرز و روش انھین مراسم خاصہ فرمانبرداری اور طریق
جاری کے مناسب سمجھا گیا سبحان اللہ سلسلۂ سخن کہان سے کہان تک پہنچا
اور جادۂ اصل بیان کس قدر دور رہگیا اب پھر رجوع اصل کلام اور ختام مرام

کی طرف کیا جاتا ہے۔ غرض حیلے حوالے نفس امارہ کے طریق سعادت سے انسان
کو محروم رکھنے کے واسطے بہت ہوا کرتے ہین چونکہ معاملات اخروی انظار کوتاہ
عوام کالانعام مین نہایت بعید بلکہ ابعد واقع ہوئے ہین اور نیز وجود ذہنی
اور وجود خارجی مین تفاوت زمین و آسمان کا ہوا کرتا ہے لہذا اکثر عوام کالانعام
معاملات اخروی کو بعید ابعد سمجھکر اور یہی تنعیمات و تعذیبات اخروی کو
بسبب وجود ذہنی ہونے کے غیر معتد بہ لاشی محض جانکر فکر و خیال امور
آخرت کا اور اہتمام والتزام احکام دین متین کا اصلا نہین رکھتے لیکن جتنا
اتنا نہین سمجھتے کہ حیات و بقائے دنیائے دنی محض فانی ہین اگر کرورہا
برس تک بھی حیات دنیا ہوتی تو بھی بعد گذر جانے کے ہیچ محض گویا لمحہ سے
بھی کمتر تھے اور جو چیز کہ باقی ہے اور بالیقین آنے والی ہے وہ کتنی ہی بعید
کیون نہو اصلا بعید اوسکو نہین سمجھنا چاہیے اسیواسطے کہا گیا ہے ما ابعد
ما فات وما اقرب ما آت یعنی نہایت بعید ہے جو چیز کہ گذری اور نہایت قریب
ہے جو چیز کہ آئیگی پس حیات دنیا اول تو نہایت قلیل بلکہ اقل ہی واقع
ہوئی ہے لیکن اگر بہت زیادہ بھی ہوتی تو بھی فانی ہونے کے سبب سے
نہایت قلیل اقل ہیچ محض ہی خیال کیجائیگی کسواسطے کہ اگر آدمی ہزارہا سال
بھی عیش و زندگانی مین بسر کرے تو ہزارہا سال کے گذر جانے کے بعد وہ
تمام عیش و زندگانی ہزارون برس کی ہیچ اور لاشی محض ہی معلوم ہوگی
دیکھو ایک روز کی تکلیف بیماری مین انسان تمام عمر کی عیش و مسرت زندگانی
کو بھول جایا کرتا ہے اور گمان لم تکن ہو جاتا ہے اور جس وقت زمان تکلیف گذر کر

وقت آسایش و راحت آتا ہی تو آسایش و راحت کے حاصل ہونے کے
ساتھ ہی سالہا سال کی پہلی تکلیف و ذلت کو بھی وہ فی الفور ہی بھلا
دیتے ہیں ہرگاہ یہی اور بے حقیقتی حالات گذران جہان کی اس درجہ ثابت ہوئی
تو اقتضائے عقل یہ ہی کہ گو کیسی ہی عمدہ سی عمدہ اور اعلے سی اعلے
راحت و آسایش اس جہان گذران کی کیوں نہو بمقابلہ ایک ادنے تکلیف
آخرت کے بھی انسان اوسکو ہیچ محض جانے اور اسیطرح کیسی ہی تکلیف و
ذلت اشد در اشد اس دار ناپائدار کی کیوں نہو بمقابلہ ادنے راحت اخروی کے
بھی کچھہ اصلا حقیقت اوسکی نمانے فکیف کہ دار آخرت کے تو کیا رنج کیا راحت
دونوں باوجود دائمی ابدی ہونے کے اس جہان کے رنج و راحت سے
اسقدر فائق تر واقع ہوئے ہیں کہ اس جہان کے رنج و راحت کو اوس جہان
کے رنج و راحت کے ساتھہ وہ نسبت بھی نہیں ہوسکتی جو نسبت کہ قطرہ کو
دریا کے ساتھہ ہوا کرتی ہی علی ہذا القیاس اوس جہان کی جملہ راحت و رنج
کو بسبب بالفعل وجود ذہنی محض ہونے کے غیر معتدبہ لاشی محض جاننا
یہ بھی عقل عاقبت اندیش سے نہایت ہی بعید ہی اکثر بیوقوف لوگوں کا
یہ بھی کلام ہی کہ نصیحت کرنے والیکے جواب میں کہہ اوٹھتے ہیں کہ خیر خدا
ہمکو دوزخ میں جلائیگا تو جلانے گا آپ کو اس سے کیا کچھہ آپ کو تو نہیں
جلائیگا یا بعضے کہا کرتے ہیں کہ دوزخ میں جلینگے تو جلینگے خیر دنیا میں
تو چندروز مزے اوڑالیں اور بعض کا یہ قول ہی کہ اب تو آرام سے
گذرتی ہی ٭ عاقبت کی خبر خدا جانے ٭ ایسے بیہودہ خیالات اور واہی

کلمات صرف دو وجہ سے ہوا کرتے ہین یا عدم اذعان وایقان کے سبب
سے یعنی یہ کہ جملہ اخبار و مواعید الٰہی کو محض وہم وخیال کا ضیاب الاعدال گمان
کرتے ہین اور ایسے اعتقادات باطل و کلمات ممنوع ذہن کے اصلا ہین سخیالیم
یا بسبب غفلت وسطحیت چونکہ بالفعل وجود ذہنی راحت ورنج آخرت سے بحیثیت او
ذہنی ہونیکے کچھ اصلا اثر خارجی اپنے مین نہین پاتے لہذا کچھ بھی خیال
مین اوسکو نہین لاتے پس حالت وجود ذہنی مین متاثر نہونے کے سبب
موثر موجود لوجود خارجی کو ہیچ و پوچ گمان کرنا اور اصلا اوس سے ڈر نا سخت
حماقت کی بات ہے خداوند تعالےٰ ایسے بیہودہ فہم اور خیالات باطل سے
جملہ مسلمانون کو محفوظ رکھے **بیان معاصی کبیرہ** ہرگاہ شرح وبیان
ہر دو اضداد یعنی اظہار حقیقت ایمان وکفر کا کیا گیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ توابع
اور لوازم ایمان کے صوم وصلوۃ حج وزکوۃ اور دیگر اعمال صالحہ ہین اور
توابع اور لوازم کفر کے معاصی ہین اور افعال طالحہ اور ان معاصی اور
افعال طالحہ سے بعض افعال کی مضرت دین اور اہل دین کے حق مین
نہایت ہی شدید ہے لہذا اون افعال مضر شدیدہ سے بچنے کے واسطے
شرع شریف مین نہایت ہی تاکید اور قدغن مزید ہے پس اس موقع پر بیان
کر دینا اون معاصی اشد ممنوع کا بھی مناسب معلوم ہوا مخفی ومحتجب نرہے
کہ جو معاصی اشد ممنوع کہ مسمے اور معتبر ہین ساتھہ کبائر کے مراد ایسے وہ معاصی
ہین جنپر شرع شریف مین اطلاق شرک یا کفر کا آیا ہے یا کسی حد یا وعید شدید
کو اونکے واسطے بیان فرمایا ہے یا وہ معاصی ہین کہ مضرت اور قباحت

اونکی مثل مضرت وقباحت گناہ کبیرہ سکے یا زیادہ اوس سے ہو یا دلیل قطعی
سکے ساتھہ منع اوسنے کیا گیا ہو او مستلزم ہون واسطے ہتک حرمت دین
متین سکے پس جن گناہون مین کوئی امر امور مذکورسے پایا جاے وہ کبائر
ہین اور سوا اونکے اور سب صغائر اور مراتب کبائر سکے باہم متفاوت ہوتے ہین
بعض کبائر نہایت ہی سخت اور بدترہین بعض دیگر سے اور گو تعداد کبائر مین
اختلاف ہے لیکن جو تفصیل اونکی بموجب تحقیق اکثر علماے دین متین سکے
معلوم ہوئی ہے بیان اوسکا یہ ہے شرک کرنا خون ناحق کرنا نیت اصرار گناہ
پر رکھنا زنا کرنا مرد یا عورت پاکدامن کو تہمت زنا کی لگانا لواطت کرنا اغلام کرنا
ترک جہاد باوجود قدرت اور غلبہ کفار سکے کرنا مقابلہ کفار سے جہاد مین بھاگنا
جادو کرنا تصدیق نجومی یا کاہن کی کرنا کسی شخص کا مال ظلما غصب کرنا کسی یتیم کا
مال ناحق کھانا ماں باپ کو ناحق رنج دینا اور نافرمانی اونکی کرنا یعنی بشرطیکہ
خوف معصیت خالق باعث اوسکا نہو حرم محترم مین کجروی کرنا کسواسطے کہ وہان
صدور گناہ صغیرہ بھی بحکم کبیرہ ہوا کرتا ہے سود کھانا چوری کرنا شراب پینا جوا کھیلنا
گوشت مردار یا سور کا گوشت کھانا جھوٹ گواہی دینا سچی گواہی کو بے عذر
چھپانا رمضان کا روزہ بلاعذر نرکھنا زکوۃ مال ندینا صحابہ آن حضرت کو گالی دینا
یا اونکی شان مین کوئی نالائق بات کہنا رشوت لینا بادشاہ یا حاکم سکے روبرو
چغلی کھانا کسی جاندار چیز کو آگ سے جلانا کیونکہ یہ سزا مخصوص اللہ جلشانہ ہی سکے
ساتھہ ہے ظلم کرنا اہل علم وحفاظ قرآن کی اہانت کرنا پیمانہ اور وزن مین خیانت
کرنا نماز کا وقت سے تقدیم وتاخیر کرکے پڑھنا مسلمانون سے ناحق لڑنا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا رسول اور قرآن اور شریعت کو
مسخرہ کہنا یا اوسکے انکار کرنا یا تضحیک کے ساتھ اوسکے کرنا ضروریات دین سے
انکار کرنا صوم و صلوۃ و حج و زکوۃ کو ترک کرنا حج اور روزہ میں فساد ڈلوانا
غیبت کرنا اسراف کرنا قزاقی کرنا زمین میں بیچ مال اور دین کے فساد پیدا کرنا
صغائر پر اصرار کرنا گناہ ہونیکی مدد کرنا یا اونکی طرف رغبت دلانا مزامیر کے ساتھ
گانا روبرو آدمیوں کے حمام میں ستر کھولنا ادائے واجب میں بخیلی کرنا
خود اپنے نفس کو قتل کرنا یا کسی عضو کو اعضا اپنے سے کاٹنا یہ غیر کے
قتل کرنے کے گناہ سے بھی زیادہ ہے پیشاب یا منی سے پاکی نکرنا قصد کے
کے ساتھ ایذا پہنچانا تقدیر کو جھٹلانا اپنے امیر سے عہد شکنی کرنا بزرگوں میں
طعن کرنا از راہ تکبر پاے نیچے رکھنا گمراہی کیطرف بلانا طریق بد کے نکالنے
کی طرف توجہ کرنا کسی ہتھیار یا تیز چیز کے ساتھ مسلمان بھائی کیطرف اشارہ
کرنا خوجا بنانا اپنی خواہ کسی دوسرے مسلمان کی داڑھی منڈوانا ناشکری محسن
کی کرنا جاسوسی کرنا نرد کے ساتھ کھیلنا اور اور جتنے حرام کھیل ہیں اونکا
کھیلنا مسلمان کو کافر کہنا بیبیوں کے درمیان تقسیم نوبت وغیرہ
میں عدل نکرنا جلق لگانا حائضہ کے ساتھ صحبت کرنا گرانی غلہ سے خوش
ہونا جانور کے ساتھ فعل شنیع کرنا عالم کا اپنے علم پر عمل نکرنا محبت دنیا کرنا
کسی امرد کی طرف بشہوت نظر کرنا گھر میں کسیکے جھانکنا یا بغیر اذن داخل ہونا
دیوثی و قوادی کرنا باوجود قدرت امر بالمعروف نہی عن المنکر کا ترک کرنا
قرآن بعد سیکھنے کے بھلانا عورت کو بلا سبب نافرمانی اپنے شوہر کی کرنا

رحمت خدا سے نا امید ہونا اوسکے عذاب سے نڈر ہونا بی بی کے ساتھہ ظہار
کرنا ظہار اوسکو کہتے ہین کہ اپنی بی بی کو یا اوسکے اوس عضو کو کہ تشبیہ کیجاتی
ہے کل ساتھہ اوس عضو سے کے یا اوسکے جز و شائع کو ساتھہ اوس عضو محرم کے
تشبیہ دے کہ حرام ہے دیکھنا اوسکا مثلا بی بی کو یہ بات کہے کہ تو مجھپر حرام ہے
مانند پیٹھہ یا پیٹ میری مان کے یا مانند ران مان میری کے یا پیٹھہ بہن
میری کے پس اس طرح کے کہنے سے صحبت کرنا اور مساس کرنا ساتھہ
بی بی کے حرام ہوجاتا ہے یہان تک کہ ادا کفارہ کرے پس ظہار کرنا
بھی داخل کبائر ہے واضح ہو کہ یہ سلسلہ تفصیل کبائر کا جو کہ بیان کیا گیا ہے بموجب
تحقیق مولانا جلال الدین دوانی وغیرہ علمای اعلام کے منجملہ افادات مولانا
محمد اسحاق مبرور اور مولانا قطب الدین خان مغفور شرح مشکوۃ شریف سے
بعینہ نقل لے لیا گیا ہے بعض علما نے بیان تعداد کبائر مین اور بھی بعض بعض
گناہونکو ذکر فرمایا ہے غرض ذکر سلسلۂ کبائر کا کتب دینیہ مین اختلاف تعداد
کے ساتھہ کئی طرح پر آیا ہے لیکن جو جو کبائر جن جن علمای محققین دین کی تحقیق
و بیان سے ثابت ہوے ہین گریز و پرہیز واجب جاننا تو اون سبھی سے ارباب
دین کو ضرور چاہیے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ حدیث شریف مین اگر ایک مقام پر
بیان فہرست کبائر کا بطور حصر آگیا ہوتا تو اوس وقت یہ اختلاف شمار و تعداد
کبائر مین درمیان علماے دین متین کے ہرگز واقع نہوتا لیکن چونکہ بیان
کبائر کا احادیث مین بر وفق تفاوت مواقع اور سوال سائلین کے جدا جدا
متفرق طور پر واقع ہوا ہے لہذا تحقیق علماے دین متین مین بھی وقوع تفاوت اختلاف کا فرد نمود

بیان عقاید ضروری ایمان مفصل کا

مسلمان کو چاہیے اول اعتقاد لاوے کہ اللہ ایک ہی خالق ہی سارے
جہان کا نہ کوئی اوسکا شریک ہی نہ مانند سب سے بے نیاز ہی ہر چیز پر
قادر ہی تمام عوارض اور حوادث اور معایب سے پاک ہی اور قیاس اور ادراک
بشر سے سراسر منزہ ہی سنتا ہی بے واسطہ آلہ سمع کے اور دیکھتا ہی بے
واسطہ آلہ بصر کے اور کلام کرتا ہی بے واسطہ آلہ زبان کے حرف اور
آواز اوسکے کلام مین نہین ہر ایک کام وہ بے اسباب کے کر سکتا ہی
اور کسی معین اور مددگار کا محتاج نہین ہمیشہ ہی اور ہمیشہ رہے گا کوئی
چیز اوس سے پوشیدہ نہین جو کچھہ ہوا اور ہوگا سب جانتا ہی بلکہ سب
اوسکی مشیت اور تقدیر سے ہوا ہی اور ہوتا ہی اور اعتقاد لاوے کہ کلام
اللہ کا قدیم ہی اوسکی ذات کے ساتھہ قایم ہی مخلوق اور حادث نہین ہی
اور قرآن مجید کلام اللہ کا ہی نہ یہ الفاظ اور خطوط بلکہ یہ جو کچھہ ہی اوسکے
کلام بے کیف پر دلالت کرتا ہی اور اعتقاد لاوے کہ سب کام بھلے
برے بندون کے اوسی نے پیدا کیے ہین البتہ بندے کا سب ان سب
افعال کے ہین پس نیک کامون کے کسب سے وہ راضی ہوتا ہی اور
بد کامون کے کسب سے وہ ناراض ہی اور اسی کسب نیک و بد اور رضا
ناراضی کے سبب سے نیکی اور بدی کا بدلا ملیگا اور اعتقاد لاوے کہ انبیا
علیہم السلام بندے خدا کے ہین اور رسول اوسکے احکام الٰہی بندونکو

پہنچانے کے واسطے بھیجے گئے ہین اور معجزے انبیاء کے حق ہین اور دلیل ہین اوپر نبوت کے پہلے نبیونکے ابو البشر آدم علیہ السلام ہین اور آخر اور خاتم سبکے سید المرسلین حبیب رب العالمین احمد مجتبی محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ اعتقاد لاوے کہ ملائکہ بندگان خدا ہین نور سے پیدا کیے گئے ہین نہ مرد ہین نہ عورت نہ کھاتے ہین نہ پیتے ہین ہر دم یاد خداوند کبریا اور بجا آوری احکام ملک علام مین مشغول رہا کرتے ہین ہرگز نافرمانی نہین کرتے گنتی اونکی سوا خدا کے کسیکو معلوم نہین اون سب مین چار فرشتے بہت مقرب ہین ایک حضرت جبرئیل جو خدا کے احکام نبیونکو پہنچاتے ہین دوسرے میکائیل جو خلائق کی روزی تقسیم کرنے پر مقرر ہین تیسرے عزرائیل جو موت کے وقت بندونکی جان نکالتے ہین چوتھے اسرافیل جو صور منہ مین لیے خدا کے حکم کے منتظر کھڑے ہین قیامت کے روز جسوقت پھونکنے کا حکم ہوگا پھر دیر نہین کرینگے اور اعتقاد لاوے کہ سب کتابین خدا کی جو رسولون پر نازل ہوئین برحق ہین اور وہ ایک سو چار ہین انمین چار بڑی بڑی کتابین چار رسولون پر نازل ہوئی ہین توریت حضرت موسیٰ پر انجیل حضرت عیسیٰ پر زبور حضرت داؤد پر اور قرآن مجید حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم پر باقی چھوٹی چھوٹی کتابین اور پیغمبرون پر نازل ہوئی ہین اور قرآن مجید ناسخ سب کتابونکے احکام کا ہے اور اعتقاد لاوے کہ قیامت حق ہے اور علامتین قیامت کی جو بڑی کتابون مین مذکور ہین حق ہین چنانچہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کا آسمان

پرسے اوترنا اور دجال اور دابۃ الارض اور یاجوج ماجوج کا نکلنا اور
آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا اور اور علامات سوا اسکے ہر ایک ان مین
سے حق ہی اور اعتقاد لاوے کہ بعد حشر کے سب مومن جمال باکمال
حضرت حق کا آنکھون سے دیکھین گے لیکن بیجہت اور بے کیف وبے
مکان دیکھا جائیگا اور اعتقاد لاوے کہ تمام کفار اور اکثر مسلمان گنہگار
کے لیئے اول منزل عذاب کی قبر ہی ہی اور مسلمانان صالح کے لیے قبر ایک
محل ہوگا نعمت اور آرام کا لیکن ضغطہ قبر کا یعنی تنگ ہونا اور دبانا اوس کا
میت کو مسلمانان صالح کے لیے بھی ثابت ہی ان دبانا اوسکا مومن صالح کو
مثل مادر کے ساتھ معانقہ کرنے مادر شفیق کے ہوگا یعنی جسطرح مادر شفیق
مدت دراز کے بعد جسوقت اپنے بیٹے کو پاتی ہی اور لپٹ جاکر بے اختیار
اپنی آغوش شفقت مین اوسکو دباتی ہی مومنونکو زمین قبر اسی قسم دبانے کیطرح
دبائے گی اور معانقہ کریگی بعد اس ضغطہ کے خداوند کریم ورحیم اپنے
فضل وکرم سے ایسی وسعت کشادگی اوسمین پیدا کردے گا کہ جہان تک نگاہ
اوسکی جائیگی وسعت وفضا ہی نظر آئیگی پہلی منزل عالم آخرت کی قبر ہی جیسی
سختی اور آسانی کہ بندہ مستحق اوسکا ہوا کرتا ہی قبر ہی سے شروع ہوجاتی ہی
اور اعتقاد لاوے کہ جسوقت آدمی بعد مرنے کے دفن ہوتا ہی تو دو فرشتے
اوسکے پاس آتے ہین یعنی منکر ونکیر اور روح مردہ کی اوسکے بدن مین پھر
داخل کیجاتی ہی وہ دونو فرشتے اوسوقت توحید ورسالت سے سوال
کرتے ہین یعنے کہتے ہین کہ مَنْ رَبُّکَ وَمَا دِیْنُکَ وَمَنْ نَبِیُّکَ پس اگر مردہ

مسلمان ہوتا ہی تو جواب صحیح دیتا ہی اوسوقت اوسکو راحت ورحمت پہنچاتے ہین اور نعوذ باللہ منہا اگر کافر ہوتا ہی تو جواب باصواب نہین دے سکتا اوسوقت عذاب سخت اوسپر کرتے ہین اور اعتقاد لاوے کہ قیامت کے روز سب مردے زندہ ہونگے اور ہر شخص کے ہاتھہ مین نامۂ اعمال دیا جاویگا نیکونکے سیدھے ہاتھہ مین روبرو سے اور بدون کے بائین ہاتھہ مین پیٹھہ کے پیچھے سے اور نیک اور بد کامون کا سوال کیا جایگا اور میزان کھڑی ہوگی بندون کے اعمال کے وزن کے لیے اور دوزخ کے اوپر پل صراط قایم ہوگا بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز اوسپر سب گذرینگے نیکبخت بجلی یا تیز گھوڑے کے مانند گذر جائینگے اور گنہگار لڑکھڑاتے لنگڑاتے بدقت واشکال گذر کرینگے اور کفار اشرار پھسل پھسل کر دوزخ مین گرینگے نعوذ باللہ منہا اور اعتقاد لاوے کہ حوض کوثر حق ہی پانی اوسکا شہد سے زیادہ میٹھا اور دودھ سے زیادہ سفید ہوگا کوزے اوسکے اوپر آسمان کے ستارون کی طرح بیحد وشمار ہونگے ہمارے حضرت خاتم الانبیا شفیع روز جزا وہان تشریف رکھکر اہل جنت کو پانی پلائینگے جو کوئی پیئیگا پھر کبھی پیاسا نہوگا اور اعتقاد لاوے کہ خداوند تعالی نے بندونکی جزا اور سزا کے لیے بہشت اور دوزخ کو پیدا کیا ہی بہشت مین سب طرح کی نعمتین اور آرام موجود ہین کھانیکو میوے اور عمدہ عمدہ اقسام لحم اور پینے کو شراب طہور خدمت کو حورین اور غلمان رہنے کو چاندی سونے کے اور جواہرات کے عمدہ عمدہ مکان اور سب نعمتون سے بڑھکر دیدار خدا کا ہوگا جو کہ بہشت مین مسلمانون کو

نصیب ہوگا اور دوزخ ہر طرح کے عذابوں اور تکالیف سے بھرا ہوا ہی سانپ بچھو
طوق زنجیرین رہنے کو آگ کے مکان نہایت بدبو اور تنگ اور اور بہت
سے عذاب ہین جنکے تصور سے دل وجان انسان لرزتے ہین اللہ تعالی
اون سب عذابون سے بچاوے اور سب مسلمانون کو ایمان کے ساتھ اوٹھاوے
بہشت اور دوزخ کو اور ان دونو مکان کے رہنے والونکو فنا نہوگی اور
اعتقاد لاوے کہ اللہ سبحانہ وتعالی شرک کرنیوالیکو نہین بخشیگا اور سوا
اسکے جس گناہ صغیرہ اور کبیرہ کو چاہیگا بخشدیگا اور جسپر چاہیگا مواخذہ
کریگا اور اعتقاد لاوے کہ کافر ہمیشہ دوزخ مین رہین گے اور مسلمان
گنہگار موافق سزا کے دوزخ مین رہکر آخر نجات پاوینگے اور بہشت
مین جائین گے اور پھر ہمیشہ بہشت ہی مین رہین گے اور اعتقاد لاوے
کہ انبیا اور اولیا اور صلحا قیامت کے دن گنہگار مسلمانون کی شفاعت
کرین گے اور اللہ تعالے اپنے فضل عمیم سے اونکی شفاعت کو قبول فرمایگا
اور اعتقاد لاوے کہ افضل آدمیون کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
ابوبکر صدیق ہین پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر علی مرتضی رضی اللہ
عنہم اجمعین اور خلافت ان حضرات کی اسی ترتیب سے ہے اور اعتقاد لاوے
کہ جن جن اشخاص کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت جنتی
ہونیکی دی ہے وہ یقیناً جنتی ہین جس طرح عشرہ مبشرہ یعنی خلفای اربعہ اور
طلحہ اور زبیر اور عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص اور سعید بن
زید اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم یا حضرت سیدۃ النسا فاطمہ زہرا

رضی اللہ عنہا اور حضرات امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما اور اعتقاد
لاوے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب ہادی اور مہتدی ہین
اونکی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہی اور اونکی عداوت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھہ عداوت اعاذنا اللہ تعالی منہا اور اعتقاد لاوے
کہ کرامات اولیا کی حق ہین اور یہ ایسے ہین جس طرح نبی سے معجزے بلکہ
کرامت ہر ولی کی درحقیقت معجزہ ہی واسطے اوس نبی کے جسکی امت مین
یہ ولی صاحب کرامت داخل و شامل ہو کس واسطے کہ اولیا پیرو انبیا
کے ہین پس جو کرامت جس ولی سے ظاہر ہوتی ہی فیض اتباع نبی ہی کے
سبب سے ظاہر ہوتی ہی کرامت ہو یا معجزہ مراد دونوسے امر خارق عادت
ہی یعنی جو امر کہ خلاف اسباب و عادات اور انتظام مقرر جہان کے خواہش
و استدعای نبی یا ولی کے سبب سے ظاہر ہوا ور عقل اوسکے وقوع مین
عاجز و حیران ہے پس وہی امر خارق عادت جسوقت ظاہر ہوتا ہی نبی
سے معجزہ کہلاتا ہی اور جسوقت ظاہر ہوتا ہی ولی سے اطلاق کرامت کا
اوسپر آتا ہی غرض ایسے امور خارق عادت کے ظہور مین اولیا بھی انبیا
علیہم السلام کے ساتھہ شریک طفیلی انکے ہین مگر کوئی ولی نبی کے درجہ
کو نہین پہنچتا ہر مسلمان پہ لازم ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل
بیت اطہار اور ازواج مطہرات اور اصحاب کبار کے ساتھہ محبت اور
اعتقاد نیک رکھے اور تمام امت مین اونکو بہتر اور افضل جانے اور نہایت
تعظیم اونکی کرے جب کسی کا نام اونمین سے سنے تو رضی اللہ عنہ کہے

قرآن شریف مین اون سب حضرات کی بڑی تعریف ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خوبیان اونکی نہایت ہی بیان فرمائی ہین تو ایسے اونکا جنتی ہی اور دشمن اونکا دوزخی سب حضرات سے علی حسب المدارج حسن اعتقاد رکھنا ضرور چاہیے غرض ہر مرد دیندار کو لازم ہی کہ ان تمام اعتقادات مذکورہ بالا کی تحصیل اور مرتبہ ایمان کی تکمیل کے بعد وضو نماز وغیرہ احکام دین متین کے مسائل کو سیکھے اور ادائے طاعات اور احتراز معاصی و سیئات مین بدل و جان کوشان رہے علی الخصوص التزام او محافظت نماز ہائے پنجگانہ کو جملہ عبادات کا راس ضروری پر اہم اور مقدم تر جانے کسواسطے کہ روز محشر کہ جانگداز بود ✤ اولین پرسش از نماز بود ✤

بیان باقی تمام شعبہ ہاے ایمان کا

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع وسبعون شعبۃ فافضلہا قول لا الہ الا اللہ وادناہا اماطۃ الاذی عن الطریق والحیاء شعبۃ من الایمان متفق علیہ روایت ہی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان کی بہت سی شاخین ہین یعنے ستر سے بھی زیادہ افضل اون سب شاخون کہنا لا الہ الا اللہ کا ہی اور اعتقاد کرنا اسپر اور کمتر اونمین سے دور کرنا ایذا کی چیز کا ہی راہ سے اور حیا کرنی صدور گناہ سے بڑی شاخ ہی ایمان کی معنی یہ ہے کہ ایمان مثل ایک درخت عظیم کے ہی جس درخت کیواسطے

بہت سی شاخین ہین اورجس طرح درخت کی شاخین دو قسم پر ہوا کرتی ہین
ایک وہ شاخین ہین کہ سر تنہ درخت سے بہت بڑی بڑی نکلکر ادہر ادہر
پھیلتی ہین ہر ایک ان مین سے بہت بڑی اور مضبوط بجاے ایک درخت
متوسط یا درخت خرد کے بمقابلہ درخت عظیم کلان کے ہوا کرتی ہی اور تمام
درخت گویا انھین شاخہاے کلان سے مراد ہوتا ہی قسم دوم شاخہاے
خرد یعنے وہ شاخین کہ ان شاخہاے کلان سے پیدا ہوتی ہین لیکن چونکہ
کہ جملہ شاخین خرد وکلان اوس سے نکلتی ہین وہ بھی دراصل ایک شاخ ہی
ہوتی ہی کہ اول زمین سے نکلتے ہی پھر وہ شاخ موٹی اور استوار ہو کر ایک
ستون عظیم کی صورت بنجایا کرتی ہی پس اول شاخ ایمان جسکو تنہ درخت
ایمان کہنا چاہیے توحید ہی پھر اس شاخ سے جو بہت بڑی بڑی اصل
شاخین پیدا ہوتی ہین وہ شاخہاے کلان عقائد تفصیلی مذکورہ بالا ہین اور
بعد ان شاخہاے کلان کے اور بہت سی شاخین بڑی چھوٹی متفاوت
مرتبون کی ہین یہان تک کہ اصغر ترین شاخہاے درخت ایمان کیا ہی
دور کرنا خار وسنگ وغیرہ چیزہاے ایذا رسان کا راہ سے غرض ایمان
حاوی ہی واسطے جملہ اقسام نکوئی کے یہان تک کہ ادنی ادنی نکوئیون
کو بھی شعبہ ایمان سے سمجھنا چاہیے پس کمال حقیت وحسن وخوبی دین
متین حضرت سید المرسلین کو اس جگہ سے دریافت کرنا لازم ہی سبحان اللہ
وبحمدہ حسن دین متین کی ابتدا اور اول بسم اللہ کیا ہی پہچاننا اپنے خالق
ومالک کا ساتھہ جملہ خوبیون اور صفات کمالات کے اور برے جاننا اوسکا

جملہ عیوب و نقصانات سے اور ملحوظ رکھنا غایت محبت و اعتقاد و انقیاد کا
ساتھہ اوسکے اور انتہا اور تتمہ ماتخیر او سکے واسطے کیا ہے لازم پکڑنا ادنی ادنی
نیکیون کا یہان تک کہ رستون سے کانٹے یا پتھر وغیرہ اشیای تکلیف رسان
خلق کا دور کرنا بھی شعب ایمان سے شمار کیا گیا ہے پس ایسے دین متین کی
حقیت اونکمال خوبی مین کس عاقل کو محل بحث و کلام ہو سکتا ہے اگر باوجود
ایسی بدیہی خوبیون کے بھی منکرین اسکی حقیت کی شناخت سے محروم اور
معذور ہین اور برا اوسکو کہین تو اس قطعہ اوستاد کو اون کوتہ نظرون کے حسب حال
خیال کرنا چاہیے قطعہ گر نبیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ راست خواہی ہزار چشم چنان کور بہتر
کہ آفتاب سیاہ جب ہرگاہ معلوم کیا کہ ایمان کے واسطے بہت سے شعبے ہین اور بڑے بڑے
شعبے جو ایمان کے ہین یعنی عقائد حقہ ضروریہ اونکی تفصیل کو بھی بیان ماسبق
سے معلوم کیا تو اب شعبہ ہاے متوسط و صغیر و اصغر کی تفصیل کو بھی موجب
کتب احادیث کے سن لینا چاہیے واضح ہو کہ باقی شعب ایمان اور ارکان
فیض بنیاد حضرت خیر العباد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے یہ ہین کمال درجے کی
محبت ساتھہ خداے جل و علی اور رسول مقبول کے حاصل کرنا اور غایت
تعظیم ساتھہ آنحضرت کے بعد تعظیم جناب اقدس الہی کے ملحوظ رکھنا اور اکثر
اوقات درود حضرت پر بھیجنا علی الخصوص اوس وقت کہ ذکر نام پاک ان حضرت
کا آجاے اور عمل کرنا حضرت سابقہ کے طریق پر اور رواج دینا اوسی طریق انیق کا
محبت ساتھہ خدا و رسول کے ایسی چاہیے کہ تمام جہان کی محبت سے محبت
خدا و رسول کی غالب رہے اور خالص کرنا جملہ اعمال و افعال کا واسطے خدا کے

یعنی سوا رضا سے خدا کے اور کچھہ مقصود ان اعمال و افعال سے نہو اور نہایت خوف کرنا خدا سے اور کبھی نہایت امید رکھنا خدا سے یعنی جملہ خطیات صغیرہ و کبیرہ مین عذاب خداوندی سے ڈرنا ہے اور اعمال صالح مین اوس سے امید فضل رکھے یا قطع نظر اعمال صالح اور افعال طالح کے اوسکے قہر سے ہر دم ڈرتا رہے اور اوسکی رحمت سے ہر دم امید رکھے اور توبہ کرنا گناہون سے توبہ کرنا گناہ سے بمجرد صدور گناہ کے فرض ہے اور شکر کرنا انعام سے خدا کے یعنی ہر ایک نعمت پر شکر بجالانا بھی ضرور ہے بلکہ از جملہ اہم امور سمجھنا چاہیے پس اگر اللہ جلشانہ نے اولاد عنایت کی تو عقیقہ کرے اور نعمت نکاح عنایت ہووے تو ولیمہ کرے اگر ختم قران کرے تو اوسکی خوشی کرے اگر مال و دولت پائے تو زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر اور قربانی وغیرہ دیکر اوسکا شکر بجالائے اور محتاج عزیزون اور قریبون کو دے اور یتیمون اور اور مسکینون کی بھی خبر لے اور وفا کرنا عہدون اور پیمانون کا اور صبر کرنا مصیبتون پر اور مشقت کرنا طاعتون پر اور صبر کرنا معصیتون سے یعنے باز رہنا اوسسے راضی ہونا تقدیر پر توکل کرنا خدا پر شفقت کرنی چھوٹون پہ تعظیم کرنی بڑون کی اور تواضع کرنا اور چھوڑنا کبر کا اور عجب کا اور حسد کا اور کینہ کا اور غضب کا کہنا کلمہ توحید کا اور پڑھنا قران شریف کا اور سیکھنا اور سکھانا علم کا اور دعا مانگنی خدا سے اور ذکر خدا کرنا اور استغفار گناہون سے کرنا اور بچنا بیہودہ امور سے اور لغویات سے پاک کرنا اپنے تئین نجاسات ظاہری و باطنی سے پڑھنا نماز کا فرض ہو یا نفل ڈھانکنا ستر کا دینا صدقہ کا فرض ہو یا نفل آزاد کرنا بردون کا سخاوت کرنا اور

کھلانا اور مہمانی کرنا اور روزہ رکھنا فرض ہو یا نفل اور اعتکاف کرنا اور
شب قدر کو تلاش کرنا اور حج کرنا اور عمرہ کرنا اور طواف کرنا اور ہجرت کرنا دار الحرب
سے بلکہ مطلق اوس ملک سے جہاں کہیں رواج فسق و فجور اور بدعات کا ہو
اور بچانا اپنے دین کو بری باتون سے ادا کرنا خدا کی نذرون کا اور کفارون کا
اور بچنا حرام سے بسبب نکاح کے خبر گیری کرنا حقوق اہل و عیال کی
فرمانبرداری کرنا ماں باپ کی اور سلوک کرنا ساتھ اون کے خدمت مالی
و بدنی دونون سے تربیت کرنا اولاد کا سلوک کرنا ساتھ قرابت دارون کے
فرمان برداری کرنی آقا کی اور سردار مسلمان کی بشرطیکہ خلاف شرع
نہو نرمی کرنا ساتھ خدام اور لونڈی غلام کے انصاف کرنا حالت حکومت
مین اور متابعت کرنی جماعت کی قتل کرنا باغیون اور مرتدون کا مدد کرنا نیکی پر
امر کرنا ساتھ نیکی کے منع کرنا بری چیز سے قائم کرنا حدون کا جہاد کرنا کفار و
اہل حرب سے اور مبتدعین سے ساتھ ہتھیار اور زبان کے محافظت
کرنا سرحد اسلام کا دشمنون سے ادا کرنا امانت کرنا اور دینا پانچوین حصے کا
غنیمت سے ادا کرنا قرض کا موافق وعدہ کے ادا کرنا حق ہمسایہ کا۔
حسن معاملت کرنا ساتھ لوگون کے کمانا اور حاصل کرنا مال کا وجہ حلال سے
خرچ کرنا مال کا اچھی جگہ ترک کرنا اسراف کا یعنی بیجا صرف نکرنا سلام کرنا جواب
سلام دینا چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کے ساتھ جواب دینا احتراز کرنا
لہو و لعب سے اور ایذا نہ دینا بندگان خدا کا دور کرنا موذیات کا راہ سے
یہ تفصیل شعبہ ہاے ایمان کی کتاب مظاہر الحق سے نقل کی گئی

صاحب مظاہر الحق نے کتاب نقایہ مصنف سیوطی سے گویا تفصیل اجمالی
کرکے اسکو نقل کیا ہی نقایہ مین اور بھی زیادہ تر تفصیل اسکی مذکور ہی غرض
ایمان کامل حاصل کرنا اور مومن کامل بننا گویا عبارت ہی تحصیل مرتبہ جامعیت
جملہ صفات اور بریت جملہ عیوب و نقصانات سے بقدر طاقت و لیاقت بشری
کے اسیواسطے مظہر کامل ذات و صفات حضرت خالق کائنات سوا مومن
کامل کے اور کوئی نہین ہی الحق جو تفصیل شعبہ ہاے دین متین کی بیان کیگئی
اسمین چند اعمال خاصہ مثل حج و عمرہ و تلاش شب قدر وغیرہ البتہ ایسے ہین
جنکے حسن و خوبی پر منکرین دین کو اطلاع نہین ہی باقی اور تمام اقسام شعبہ ہاے
دین متین کے کمال خوبی مین کسی منکر کو گنجایش بحث و کلام ہی سچ تو یہ ہی
کہ تمام شعبہ ہاے دین متین ایسے حصر و احصای کامل کے ساتھہ ملحوظ کیے
گئے ہین کہ کوئی منکر غیر مکابر یہ بات نہین کہہ سکتا کہ دین اسلام جامع جملہ اقسام
صفات و کمالات لازمہ ضروریہ نہین ہی **سوال** اس سے پہلے تو کمال سہولت
اعمال و افعال خاصہ دین متین کو بہت زور شور سے بیان کیا تھا اور کہا تھا
کہ اعمال دین کچھہ مجاہدات سخت نہین ہین اب بیان شعبہ ہاے دین مین
اس درجہ کثرت اعمال و اشتغال اور دقت و اشکال ظاہر ہوے پس یہ دونون
بیان آپسمین متعارض ہین **جواب** دین کے واسطے درجات اور مراتب
ہین اور مرتبہ کامل دین کا یہی ہی جو ذکر کیا گیا باقی اور مراتب مراتب ناقصہ اور
تحت اس مرتبہ کے ہین چنانچہ تصریح اس امر کی بیان مندرجہ بالا مین بخوبی
کی گئی ہی اور کمال سہولت اعمال و افعال دین متین کی جو سابق مذکور ہوئی

وہ کمال سہولت صرف مرتبہ ادنیٰ مراتب کی جو کہ لا اقل مرتبہ ضروری ہے واسطے
تمام عوام کے ہے مذکور ہوئی پس تعارض ان دونوں بیان میں ہرگز نہیں
ہے بیان اخلاص کا ہر گاہ معلوم کیا کہ دین اسلام جامع ہے واسطے
تمام نیکیوں کے تو اب اس بات کو بھی معلوم کرنا چاہیے کہ جز واعظم اور شرط
اتم واسطے تمام اقسام نیکیوں کے اس دین متین میں اخلاص ہے قال
اللہ تعالیٰ مخلصین لہ الدین و آئینا قال الا للہ الدین الخالص و ایضاً قال
وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ جو کام
کرے صرف خدا ہی کے رضا کے واسطے کرے سوا اتباع امر اور طلب
مرضیات حضرت خالق کائنات کے اور کچھ مقصود اوس سے نہ رکھے پس
اس صورت میں اگر کسب معیشت دنیوی اور پرورش و خبر گیری اپنے
اہل و عیال کی صرف بنظر اتباع حکم خداوند جل و علیٰ بجا لائیگا تو اوس میں بھی
اجر عظیم خداوند منعم حقیقی کی طرف سے پائیگا اور اگر صوم و صلوٰۃ اور حج وغیرہ
عبادات خاصہ کو بدون غرض رضاے خداوند جل و علیٰ کے ادا کرے گا
یعنے سوا رضاے خدا کے کوئی دوسرا مقصود اپنے لیے سمجھیگا تو اوس صورت میں
تو ان عبادات خاصہ سے بھی کچھہ بھلا فائدہ نہ اوٹھائیگا پس تقسیم اعمال کی
باعتبار اخلاص اور عدم اخلاص کے تین قسم پر ہے ایک وہ کہ خالصۃً رضاے
خدا ہی اوس سے مقصود ہو دوسرے وہ کہ رضاے خدا مقصود نہ ہو بلکہ سوا
رضاے خدا کے اور کچھہ مقصود ہو تیسرے وہ کہ رضاے خدا اور دوسرا
کوئی مقصود مخلوط ہو ایسے دو طرح کے مقصود ایک عمل میں ملحوظ ہوں اور

یہ قسم منقسم ہی دو قسم پر قسم اول یہ کہ مقصود اول و بالذات رضاے خدا ہو اور
دوسرا جو کچھہ مقصود ہو بالتبع اور ضمنی ہو قسم دوم بعکس اسکے یعنے یہ کہ
رضاے خدا تبعاً اور ضمناً مقصود ہو اور مقصود اول و بالذات سوا رضاے
خدا کے اور ہی کچھہ ہو ہر گاہ ان سب اقسام کو معلوم کیا تو جاننا چاہیے کہ
طریق لازم اور مختص خاص تو واسطے پیروان دین اسلام اور متبعان سنت
سنیہ آن حضرت علیہ الصلوۃ والسلام کے قسم اول ہی ہی یعنی ہر بندہ
مومن کو لازم ہی کہ جو کام کرے مقصود اوس سے سوا رضاے خدا کے اور
کچھہ نہ رکھے لیکن اس طرح پر التزام اخلاص منصب خاص ہی مقربان ذی اختصاص
کا سوا مقربان خاص کے اور کوئی شخص برتاو اخلاص جملہ اعمال و افعال مین
نہین کر سکتا بلکہ عوام مردم کو تو برتاو اخلاص کا عبادات خاص مین بھی نہایت
عسیر و دشوار ہوتا ہی مگر جاننا چاہیے کہ عبادات خاصہ مین دوسرے مقصود
کے خلط ہونے سے شرک جلی لازم آتا ہی پس عبادات خاصہ مین سوا تعظیم
و اتباع امر خدا کے اور اغراض نفسانی کا مخلوط ہونا نہایت بد ہی جملہ خواص
و عوام اہل اسلام کو گریز و پرہیز اوس سے ضرور چاہیے رہے اور تمام افعال
و اعمال و افعال اقتضاے دینداری تو یہ ہی کہ اور تمام اعمال و افعال دینی
و دنیوی مین بھی اتباع مرضیات خدا ہی کو قبلہ توجہ گردانے اور اگر اسطرح
کی اخلاص نیت ممکن نہو اور اور مطالب ہواے نفسانی بھی آکر ساتھہ اسکے
مختلط ہونا چاہین تو اوس صورت مین لازمۂ ایمانداری یہ ہی کہ اتباع مرضیات
خداوند کو اصل مراد اور مقصود بالذات گردانے اور باقی اغراض کو ضمنی و بالتبع

اوس مقصد اصلی کا جاتے رہی صورت عکس اسکی یعنی یہ کہ اصل مقصود
تو ہواے نفس ہو اور طلب رضاے خدا بھی بالتبع اوسکے شامل ہو گو
یہ صورت بھی ایک نوع اقتضاے ضعف ایمان ہی سہی لیکن حسن ایمان
اور قوت اسلام کے تو یہ صورت بالکل خلاف ہے اور جبکہ یہ صورت بھی
خلاف حسن ایمان ٹھہری تو صورت عکس قسم اول یعنی یہ کہ سواے ہواے نفس
کے طلب مرضیات خدا کو اصلا لگاؤ بھی نہ ہو اس صورت مین تو گویا جادۂ
دین متین سے سراسر ہی انحراف ہے الحاصل مذہب اہل اسلام مین شرط
اعظم اور مقصد اتم واسطے جملہ اعمال و افعال کے اخلاص ہی ہے تحصیل وتکمیل
مرتبہ اخلاص کے واسطے ہر دیندار کو جہان تک ممکن ہو سکے کوشش کرنا
چاہیے اور اصل لطاعت اپنی اخلاص ہی کو سمجھنا چاہیے بعد اتمام اس
تمہید کے فضیلت اخلاص اور کیفیت اخلاص کو بھی دریافت کرنا چاہیے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالے الاخلاص سر من
اسراری استودعتہ قلب من احببت من عبادی وقال علی کرم اللہ وجہہ
لاتہتموا القلۃ العمل واہتموا القبول فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاذ بن جبل
اخلص العمل یجزک منہ القلیل وایضا قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم مامن
عبد یخلص بعد العمل اربعین یوما الا ظہرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علے لسانہ قال
سہل رحمۃ اللہ علیہ الاخلاص ان یکون سکون العبد وحرکاتہ للہ تعالے خاصۃ
وقال ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ الاخلاص صدق النیۃ مع اللہ تعالے خلاصہ
ان تمام احادیث واقوال کا یہ ہے کہ اخلاص ایک بہت بڑا سر ہو اسرار الہی سے

جو سپرد کیا جاتا ہی خداوند تعالے کیطرف سے اوس شخص کے دل کو جسکو
خداوند تعالے دوست رکھتا ہی اسیواسطے حصول مرتبہ اخلاص کے واسطے
بہت فکر و کوشش کرنا چاہیے بلکہ قلت و کثرت عمل کے واسطے فکر و تردد
چنداں ضرور نہیں ہی چاہیے کہ جو کچھ رنج و تردد کیا جاوے تحصیل و تکمیل مرتبہ اخلاص
کے واسطے کیا جاوے کہ قبول عمل موقوف اوپر اخلاص ہی کے ہوتا ہی اور
بہت بڑا فائدہ اخلاص کا ازروے حدیث شریف کے یہ ہی کہ اگر چالیس دن
کوئی بندہ مومن جملہ اعمال و افعال اخلاص کو ملحوظ رکھے تو نہریں حکمت کی
اوسکے دل سے خود بخود جوش کرکے زبان کیطرف آتی ہیں اور جاری
ہوجاتی ہیں حضرت سہل رحمۃ اللہ علیہ نے معنی اخلاص کے یہ بیان کیے ہیں
کہ جملہ حرکات و سکنات بندہ کے خاصۃً خدا ہی کے واسطے ہوں اور
حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ الاخلاص صدق النیۃ مع
اللہ الحاصل صدق نیت اور خلوص دل کے ساتھ جو عمل سرزد ہوتا ہی
البتہ وہ ایمان کو قوت دیتا ہی لہذا مومن کامل وہی ہیں جنھوں نے نفس
اور دل اور روح تینوں کو آمادہ اور گردیدہ کیا ہی اللہ پاک کی وحدانیت پر
اور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اور ثمرہ اس گرویدگی کا
بیشک متابعت ہی ہی یعنی فرمانبرداری پس نفس کی فرمانبرداری یہ ہی کہ باز
رہے اون چیزوں سے جنکو اللہ تعالے نے منع فرمایا ہی اور رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے جنسے ڈرایا ہی اور دل کی فرمانبرداری یہ ہی کہ تصدیق
کرے جمیع احکام شرعی کی قولاً و فعلاً یعنی جو کچھ امر و نہی ہی اوس میں سرمو تجاوز نکرے

اور رجوع کی فرمانبرداری ہی کہ عبودیت کا فرض اوٹھاسکے یعنی بندگی مین مستقیم
ہوکر سوا معبود حقیقی کے اپنی کو نیست اور موہوم سمجھکر محو دیدار الٰہی ہوجانے دوام
عبودیت سے مقام صدق حاصل ہوتا ہی وہ مقام بہت بڑے مرتبے کا ہی جسکو
حاصل ہوتا ہی سر توحید اوسپر منکشف ہوجاتا ہی یہان جان لینا چاہیے کہ عبادت
اور عبودیت مین فرق یہی ہی کہ عبادت عبارت ہی ایسی بندگی سے جو کہ اوقات
مقرری کے ساتھہ مشروط ہی جیسے اداے نماز اور وظائف و اشغال وغیرہ اور
عبودیت عبارت ہی ہمیشہ حق سبحانہ کیطرف لو لگائے رہنے سے اسکے
لیے کوئی وقت خاص معین نہین کوئی لحہ اور لحظہ اس سے غافل ہونا نچاہیے

بیان سر ایمان کا خداوند جہان و جہانیان کو بزرگ و برتر تمام عالم کے
جاننا اور بمقابلہ ذات خداوند کائنات کے اور کسی چیز کی ہستی اور حقیقت کو
نہ ماننا اصل سر ایمان ہی اور ثمرہ اسکا شرم کرنا ہی خداوند تعالے سے یعنی
برخلاف رضاے خدا کسی کام مین قدم اسکا نہ اوٹھے اور عظمت اور بزرگی
خداوند جل و علے سے ہر وقت شرم کرتا رہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ الحیاء شعبۃ من الایمان جب ایمان اس درجے کو
پہونچتا ہی تو مشاہدہ حق کی استعداد حاصل ہوتی ہی اور جب مشاہدہ ٹھیک
صورت پکڑتا ہی تو تعظیم حضرت حق درست ادا ہوتی ہی اور باطن سالک مین تعظیم
سماتی ہی پس ظاہر حال بھی بتبعیت باطن سے نہایت درست ہوجاتا ہی اور
نقش خیالات ماسواے اسکے صفحہ دل سے بالکل محو ہوجاتا ہی پس جبکہ کمال حیاے حق مشاہدہ ہوتی ہی
کسیطرح طمع اسکو نہین رہتی اور جبکہ کمال محبت حق مشاہدہ ہوتی ہی تو سواے حضرت حق کے اور کسیکا خوف اسکے

دل سے بالکل او نٹ جاتا ہے اور جبکہ کمال لطف حق مشاہدہ ہوتا ہے تو حق تعالے کے ساتھ ایسا انس اسکو ہوتا ہے کہ غیر حق کی محبت بکبارگی منقطع ہو جاتی ہے اور جبکہ کمال فضل حق مشاہدہ ہوتا ہے تو رویت احوال و افعال اس سے ساقط ہو جاتی ہے اور جبکہ کمال کرم حضرت حق مشاہدہ ہوتا ہے تو حق تعالے کیطرف سے اسکو ایسا انبساط حاصل ہوتا ہے کہ تمامی خلق اللہ کو اسکی طرف حاجت ہوتی ہے اور جبکہ کمال قہر حق مشاہدہ ہوتا ہے تو سب رایے اور تدبیر اس سے ساقط ہو جاتی ہے اور جبکہ بے علتی افعال حق کی مشاہدہ ہوتی ہے تو اسنے کبھی فعل پر اسکو اختیار باقی نہین رہتا بہرحال جب یہ صفات حق کو مشاہدہ کریگا اونکی جلالت اور ہیبت سے قطعاً اسکو آرام اور قرار باقی نہین رہیگا غرض ایمان بہت بڑی دولت ہے خدا کی طرف سے واسطے بندون کے جسکے فوائد بعید اور نتائج سعید کا بیان نہین ہو سکتا رہا مجرد اقرار لسان پس وہ ایمان تقلیدی ہے نہ حقیقت ایمان الحق ؎ تانگردی توسلمان ازدرون ٭ کے توانی شد مسلمان ازبرون ٭ صرف زبان سے لاالہ الا اللہ کہنا اجراے احکام شرعی کے واسطے ہے کیونکہ دل کا حال سوا اللہ تعالے کے اور کسی پر منکشف نہین ہوتا پس جب تک علانیہ اقرار نکریگا اسلام مین محسوب ہو کر مستحق وراثت اور مستوجب حقوق و حدود و مناکحات نہ ٹھہریگا اسی گردیدگی اور اقرار ظاہر کا نام اسلام ہے لیکن اسلام ظاہر دنیا سے تعلق رکھتا ہے بعد مرنے کے باقی نہین رہتا اور ایمان بعد موت کے بھی باقی رہیگا مضمون آیہ کریمہ ماعندکم ینفد وماعند اللہ باق ؕ جسکے

نزدیک تمھارے عرض دنیوی سے ہی آخر ہونے والا ہی اور جو کچھ نزدیک خدا
کے ہی وہ ہمیشہ باقی رہیگا پس اصل ایمان و اسلام یہ ہی کہ دل سے تسلیمات
ہو بعد اسکے زبان کو بھی دل کے موافق کرے اور پھر اطاعت و فرمانبرداری
مین کمر مضبوط باندھے اور خیر و صلاح کی جستجو کرے اور کسی عمل مین سوا طاعت
و رضا جوئی حضرت حق کے اور کسی بات سے سروکار اور غرض نہ رکھے

بیان اون امور ضروری کا کہ سلوک صراط مستقیم اور طریق قویم شریعت و طریقت کے واسطے اون سے چارہ نہین ہی

ای عزیز واسطے بہم پونہچانے صلاحیت اور حصول سعادت اور طی کرنے
راہ طریقت کے مساعدت ان پانچ امر کی ضرور ہی اول توبہ و استغفار
دوم استقامت سوم پیر طریقت چہارم مجاہدہ پنجم توفیق **اول توبہ و استغفار**
استغفار کے معنی طلب آمرزش اور توبہ کے معنی ارتکاب معصیت سے
باز آنے کے ہین یعنی جس کام کا کرنا بحکم خدا و رسول منع ہی اوس سے پشیمان
ہو کر باز رہے چونکہ بجا آوری شرائط خدمت نہایت دشوار ہی اور بندہ کیسا ہی مطیع
کیون نہو اداے حقوق مالک حقیقی مین ہر دم قاصر و خطا دار ہی لہذا ہر ایک
بندۂ مومن کے واسطے خواہ وہ زمرۂ فجار سے ہو خواہ گروہ ابرار سے مدامت
و التزام توبہ و استغفار ضرور چاہیے اور حقیقت مین توبہ عبارت ہی پھر جانے

صفات رذیلہ سے اور مستقیم رہنا عمدہ ضروریات سے واسطے توبہ کے جاننا چاہیے کیونکہ توبہ کرکے معصیت کا مرتکب ہونا سخت تر اور زیادہ تر نقصان پہونچانے والا ہی اسیلیے کہ گناہ بمنزلہ مرض کے ہی اور نکس مرض یعنے بیماری سے آرام پاکر پہر بیمار ہونا نہایت بد اور بلاے اشد ہوتا ہی تاکید توبہ قرآن شریف مین جابجا آئی ہی حضرت حق سبحانہ نے پچیس سورتون مین سورہ قرآنی سے تحریص توبہ متواتر فرمائی ہی ازانجملہ ہی یہ آیت ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما اور بھی ازانجملہ ہی یہ آیت ولو انہم اذ ظلموا جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما اور بھی ازانجملہ ہی یہ آیت افلا یتوبون الی اللہ ویستغفرونہ واللہ غفور رحیم مخفی نرہے کہ چونکہ مدار کار دین اسلام کا انھین تین چیزون پر ہی یعنی جس سے منع کیا گیا اوس سے باز رہنا اور جسکا حکم فرمایا ہی اوسکو بجالانا اور قضاے الہی پر صبر کرنا اور راضی رہنا پس مرتبہ بندگی و اطاعت خداوندی ان تین چیزون کے حاصل نہین ہوسکتا او نفس کی پیروی اور تبعیت کرنا بنیاد ہی محرومی کی صفات عالیہ سے کیونکہ ہوا او ہوس سبب ہوتی ہین دور ہونے بندے کے رحمت اور عنایت خاصہ حضرت حق سے اور محجوب ہونے کی شہود حق سے لہذا گذرے ہوے گناہون کے واسطے مستغفر رہنا اور توبہ کرنا اور بھی آگے کو عزم بالجزم ترک معاصی کا مضبوط رکھنا واجبات سلوک طریق مرضیات حضرت رب العالمین اور لوازم ضروریہ دین متین سے قرار دیا گیا ہی اسیواسطے فرمایا ہی اللہ جلشانہ نے یا ایہا الذین آمنوا توبوا الی اللہ

توبۃ نصوحا یعنی توبہ نصوح کے توبہ صادق کے ہین اچھی طرح اسباب کو
خوب طرح سے معلوم کر لینا چاہیے کہ مبتلا ہونا ساتھہ گناہون کے سبخت بلا ہی
اول اوسکا سختی دل اور آخر اوسکا کفر ہی نعوذ باللہ منہا اور علامت اسکی سیاہ
ہوجانا ہی دل کا اور نتیجہ اسکا یہ ہی کہ آدمی گناہ کرتے کرتے پھر گناہ سے ہرگز
نہین ڈرتا اور عبادت کرنے مین اصلا لذت نہین پاتا اگر نصیحت کیجیے تو اوسکے دلپر
اثر نہین کرتی معاذ اللہ من ذالک پس علاج اس مرض مہلک کا توبہ اور استغفار
کے سوا اور کچھہ نہین آیا ہے ٭ دردمندان گنہ را روز و شب ٭ دارو ئے بہتر
ز استغفار نیست ٭ طرفہ یہ ہی کہ لوگ گناہ کرنے مین عاجز نہین مگر توبہ کرنے
مین اکثر عاجزی اپنی ظاہر کرتے ہین اور کہتے ہین کہ توبہ مین جب ثابت قدم
نرہسکے تو ایسی توبہ سے کیا فائدہ گویا اول ہی سے آئندہ کو بھی گناہ کرنے
آمادہ ہورہتے ہین اور نہین جانتے کہ موت کا وقت معلوم نہین کیا عجب
ہی کہ رحمت حق شامل ہو بعد توبہ کرنے کے گناہ کی نوبت نہ آوے اور موت
آجاوے اور اگر خدا نخواستہ بخلاف اسکے ظہور مین آوے تو کیسی شامت ہو
کہ اسی خیال باطل مین رہین اور توبہ کی فرصت ہی نپائین کہ یکبیک
مرجائین فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہلک المسوفون
یعنے ہلاک ہوے فرصت کو نہ غنیمت سمجھنے والے اور تاخیر کرنے والے
امر ضروری مین غرض توبہ سے محروم اور غافل رہنا کسیطرح نہین چاہیے
اور نہ اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ توبہ ہمارے ساتھہ تخلف ہوا اور اسکا
بار بار معاصی کی کہان تک ہوگی کیس واسطے کہ رحمت خداوند ارحم الراحمین

کی بہت ہی واسع ہی اوس رحمت سے مایوس ہونا کسیوقت نہین چاہیئے اسیواسطے
بعض بزرگون نے فرمایا ہی ؎ بازآ باز آ از انچہ ہستی باز آ ✤ گر کافر و زندو
بت پرستی باز آ ✤ این درگہ ما درگہ نومیدی نیست ✤ صدبار اگر توبہ شکستی باز آ
ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہین کہ ایمان کے حق مین گناہ ایسے ہین
جیسے بدن کے حق مین مضر غذائین کہ معدے مین جمع ہو کر اخلاط کے
مزاج کو بدلتی رہتی ہین اور آدمی کو اسکی خبر نہین ہوتی پھر ایک دفعہ مزاج بگڑکر
آدمی بیمار پڑجاتا ہی اور آخر کو ہلاک ہونیکی نوبت پہونچتی ہی پس جبکہ دنیاے فانی
مین ہلاک کے ڈر سے ماکولات مضر کا استعمال نکرنا ہر حال مین ہر وقت
آدمی اپنے اوپر واجب سمجھتا ہی تو ہلاکت ابدی کے ڈر سے مہلکات
باطنی سے فورًا دور بھاگنے اور گریز و پرہیز کرنے کو البتہ اور بھی زیادہ تر واجب
و لازم فرض متحتم سمجھنا چاہیئے پس جسطرح کہ زہر کھانے والا اپنے فعل پر پشیمان
ہوکر فی الفور قی کرکے یا اور کسی حیلے سے زہر کا دفع ہونا چاہتا ہی تاکہ بدن
مین زہر کی تاثیر نہ ہونے پائے ویسے ہی گناہگار کو توبہ کی طرف بہت جلد
مبادرت کرنا لازم ہی ایسا نہو کہ گناہون کا زہر ایمان کی روح مین تاثیر کرجاوے
اور پھر طبیبون کے ہاتھ سے علاج اسکا نکلجاوے اور یہ بھی جان لینا چاہیئے
کہ معصیت اگرچہ مومن کو ایمان سے باہر نہین کرتی لیکن خوف اسکا ہی کہ آہستہ
آہستہ تاریکی گناہونکی دلکو گھیر لے اور سفیدی نور دل کی بالکل زائل ہوجاوے
اور آخرکار نوبت تابکفر پہونچجاوے پس التزام توبہ و استغفار واسطے دور ہونے
سیاہی گناہ کے جو کہ صدور معاصی سے اکثر اوقات پیدا ہوتی رہتی ہی اور

نورانیت دل کو تدریج دمبدم کھوتی رہتی ہے نہایت ضرور از جملہ اہم امور ہے تاکہ ظلمات معاصی زیادہ تر اثر دلپر کرنے اور حجت نپاوین بحجرد حدوث کہوتے اور نفی و معدوم ہوتے رہیں بلکہ علاوہ اپنے معاصی ذات خاص کے والدین اور ذوی القربی اور ذوی الحقوق اور سائر مومنین و مومنات کے واسطے طلب مغفرت جناب اقدس الٰہی سے کرتے رہنا اہم ضروریات دین اسلام سے ہے کس واسطے کہ ادای حقوق والدین اور دیگر ذوی الحقوق کے واسطے خاصکر بعد مرنے اون ذوی الحقوق کے طلب مغفرت سے بڑھکر کوئی چارہ و تدبیر ہی نہیں ہے اور بہت بڑی حکمت التزام دعاے مغفرت نفس غیر لینے باقی جملہ مومنین و مومنات میں یہ ہے کہ قبول دعا کے واسطے زبان پاک یعنے غیر عاصی زیادہ تر مفید و موثر ہوا کرتی ہے پس چونکہ زبان ایک شخص کی گو وہ کیسا ہی عاصی کیوں نہو دوسرے اشخاص کے حق مین فی الواقع بحکم غیر عاصی کے تھی لہذا حکم طلب مغفرت واسطے ایک دوسرے کے ہر ایک بندۂ مومن کو دیا گیا اور طلب مغفرت ذوی الحقوق و جملہ مومنین و مومنات اہم مطالب اور عمدہ مقاصد واسطے بندون کے مقرر کیا گیا الحاصل التزام توبہ و استغفار کو نہایت امر اہم اور مقصد اعظم واسطے سلوک طریق دین اور حصول مرتبہ حق الیقین کے سمجھنا چاہیے آیہ کریمہ ان اللہ یحب التوابین واسطے ثبوت امر اہم اور مقصد اعظم ہونے توبہ کے دلیل کافی ہے حدیث شریف التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ سے ترغیب و تحریص بندگان گنہگار و خطاوار کے حق مین کونسی زیادہ ہدایت اتم اور ارشاد وافی ہے خواص کو

رفع درجات اور حصول کمالات کے باب مین جو قصور واقع ہوا اوسکے واسطے
توبہ کرنا اور اخص خواص کو دوام شہود اور حضوری اور بیداری اور انقطاع
التفات ماسوا اللہ مین جو جرح و فتور واقع ہوا اوس سے توبہ کرنا اور عامہ مسلمین
کو واسطے کفارۂ ذنوب کے اور مغفرت معاصی کے توبہ کرنا اور چھوڑنا جمیع
شہوات اور لذات دنیوی کا اشد ضروریات دین سے ہے اور طریق توبہ کا
بزرگان دین نے یون لکھا ہے کہ غسل کرے اور کپڑے پاک پہنے اور چار رکعت
نماز حتی القدور خضوع اور خشوع کے ساتھ ادا کرے پھر سر نیاز زمین پر رکھے
ایسی جگہ مین کہ سوا خداوند تعالے کے اور کوئی اسکو نہ دیکھتا ہو پس ہر طرح
کی الحاح وزاری اور انکسار و اشکباری کے ساتھ توبہ کرے اور دل کھولکر
جتنے گناہ عمر بھر کیے ہون ایک ایک یاد کرکے اپنے نفس کو ملامت کرے
اور مناجات اس طرح کرے کہ الٰہی یہ بندہ بھاگا ہوا تیرے در پر حاضر آیا ہے
اور اپنے گناہون کا عذر کرتا ہے صفات رحیمی و کریمی سے اپنی اسکو بخشدے
اور اب جو کچھ اسکے عمر سے باقی ہے اوس بقیہ عمر مین تا مرگ اسکو گناہون سے
بچا کہ خیر تیرے ہی ہاتھہ مین ہے اور تو ہی ہے بخشنے والا گناہون کا یہان یہ بھی
جاننا چاہیے کہ گناہ دو قسم پر منقسم ہین ایک گناہ خالق دوسرے گناہ مخلوق
اور گناہ خالق کی بھی دو قسمین ہین قسم اول ترک اوامر یعنی فرائض و واجبات کا
مثل ترک روزہ و نماز وغیرہ کے توبہ اسکی یہ ہے کہ لازم پکڑے اپنے اوپر قضا
اوسکی بقدر امکان قسم دوم ارتکاب منہیات جیسے شراب پینا سود کھانا زنا
کرنا ناچ دیکھنا باجا سننا اور مثل اسکے توبہ اسکی یہ ہے کہ پشیمان ہووے اپنے

اعمال پر اور سزم جزم کرے آیندہ نکرنے پر ایسے گناہون کے باقی رہی دو قسم گناہ کی جو کہ ایک مخلوق سے بہ نسبت دوسری مخلوق کے ہو کرتا ہو یہ قسم اشد اقسام گناہ سے ہی اگرچہ اعظم ترین اقسام گناہ شرک ہو شرک کے برابر کوئی گناہ نہین ہو سکتا لیکن بعد شرک کے اور اکثر گناہ تلف حقوق مخلوق کے تلف حقوق خالق سے اشد ترین کس واسطے کہ خداوند اکرم الاکرمین سب بے نیاز ہو سوا شرک کے اور کیسا ہی کوئی گناہ کیون نہو اوسکے بخشنے سے انکار اوس خداوند کریم غفار نے نہین فرمایا بلکہ وعدہ بخشش جملہ ذنوب وخطیات فرمایا ہی پس حقوق خالق مین امید بخشش کی اوس ارحم الراحمین سے ہر طرح ہی بخلاف حقوق مخلوق کہ بار حقوق مخلوق کا بار حقوق خالق سے بمراتب زیادہ تر ہوتا ہی اور امید عفو کی مخلوق سے ہوتی نہین لہذا خیال ادائے حقوق مخلوق کا انسان کو حقوق خالق سے بھی زیادہ تر چاہیے پس اگر گناہ مخلوق متعلق ہی ساتھ مال کے تو واجب ہی کہ حق مالی شخص ذی حق کا والیس دے اور اگر مقدور نہو تو عاجزی کرکے اوس سے معاف کرا لے اور در صورت غائب ہونے اوس ذیحق کے انتظار اوسکے حاضر ہونے کا کرے یا خود تلاش اوسکی کرکے حق واجب الادا کو اوسکے پاس پونہچادے اور اگر مر گیا ہو تو اوسکے وارثون کو وہ حق پونہچا دے پس اگر وارث بھی نہون تو اوسکی روح پر صدقہ کرے یا نیکی بہت کرے اور ہمیشہ درگاہ باری مین الحاح وزاری کیا کرے اور در صورت مسلمان ہونے اوس ذیحق کے دعائے مغفرت اوسکے واسطے مانگتا رہے اور خداوند تعالے سے اپنے

واسطے پناہ پاسے تاکہ خدائے ارحم الراحمین اپنے لطف وکرم سے مدعی کو
بعوض اس دعوے کے آخرت کی نعمتوں سے یا تخفیف عذاب آخرت سے
خوشنود فرمائے اور عرصۂ قیامت مین مدعی مذکور اپنے دعوے سے دستبردار
ہوجائے اور اگر گناہ مخلوق متعلق ہو ساتھہ نفس کے توچاہیے کہ اوسکے قصاص
کے واسطے اپنے نفس کو حاضر کرے ہان اگر مظلوم خود خواہ اولیا اوسکے
اس گناہ کو معاف کردین تو خیر ورنہ سوا قصاص کے کوئی تدارک اوس گناہ کا
نہین ہوسکتا پس اگر ان صورتون مین کوئی صورت بھی ممکن نہو توچاہیے کہ
طرف توبہ واستغفار اور طلب مغفرت اپنے اور اوس مظلوم کے رجوع کرے
اور اگر گناہ مخلوق متعلق ہو ساتھہ ہتک آبرو اور دل آزاری کے جسطرح سخت
کہنا یا دشنام دینا یا غیبت وبہتان کرنا توچاہیے کہ جس شخص کی برائی کی ہو
اوسکی خدمت مین حاضر ہوکر عجز والحاح کرے اور اوس سے معاف چاہے
اگر بہتان کیا ہو تو اپنے جھوٹے ہونے کو اوسپر اور سب پر ظاہر کردے
پس اگر عذر ومعذرت اور استعفای جرم وخطا مین کچھہ کام نہ نکلے تو پھر آخر الدوا
وہی خداوند خطاپوش عذر نیوش کی طرف رجوع لانا ہو اور دعائے عفو ومغفرت
اپنے اور اوس شخص کے واسطے ہمیشہ مانگنا الغرض ان تمام اقسام گناہون
کے واسطے تدبیر عفو یہی ہو کہ اول تو جسطرح ہوسکے خصم کو راضی کرے ورنہ
خداوند ارحم الراحمین کے حضور مین بصدق دل حیرانی وپشیمانی اپنی ظاہر کرکے
گریہ وزاری کرتا رہے علاوہ اسکے جملہ مسلمانان کے حق مین دعائے
مغفرت کرتے رہنا ہر ایک نوع اونکے حقوق سے نجات ملنے کے واسطے

بہت مفید ہی **دوم استقامت** استقامت سے مراد کیا ہی قایم رہنا
اپنے عزم پر یعنے باقی ہونا قصد کا دل مین آخر تک حاصل یہ کہ جب تک
مقصود حاصل نہو اپنے قصد سے نہ ٹلے **ش** یا تن رسد بجانان یا جان
زتن برآید ٭ ملا حسین واعظ نے کتاب رشحات مین لکھا ہی کہ استقامت
بہت مشکل امر ہی کیونکہ استقامت کے معنی ہین حد وسط پر قایم ہونا سب افعال
اور اقوال اور اخلاق اور احوال مین اسطرح کہ جو چیز ضروری ہی اوس سے
سر مو تجاوز واقع نہو اور افراط اور تفریط سے محفوظ رہے اس لیے کہا گیا ہی کہ
الاستقامۃ فوق الکرامۃ الحق اصل کار استقامت ہی اور ظہور کرامات و خوارق
عادات کا بدون استقامت کے کچھ اعتبار نہین ہی **سوم پیر طریقت**
جسکی ادنی صفت یہ ہو کہ الزاہدون فی الدنیا والراغبون فی الآخرۃ والراضون
لقضاء اللہ و قدرہ جس طرح کہ واسطے امت کے پیغمبر چاہیے اور طفل کو دایہ
اور بیمار کو طبیب اور پیاسے کو پانی اور بھوکے کو کھانا اسی طرح اس راہ کے
چلنے والے لوگون کو پیر رہنما ے طریق بھی ضروری درکار ہی کیونکہ بنا ے
کسب کمالات اس عالم مین تعلیم و تعلم اور افادہ اور استفادہ ہی پر مقرر کیگئی ہی
پس اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ہر گاہ کافی ہونا کتاب و سنت کا یقینا
ثابت ہی تو احتیاج پیر طریقت کی کیا ہی تو جواب اسکا یہ کہ کتاب و سنت کو برابر
کتب حاوی فن طب کے سمجھنا چاہیے اور پیر طریقت کو بمنزلہ طبیب حاذق
تجربہ کار کے پس کتب حاوی طب پر صادق آتا اس بات کا کہ یہ کتابین علاج
امراض جسمانی کے واسطے کافی ووافی ہین بمنافی احتیاج طرف طبیب حاذق

تجربہ کار سکے نہین ہی کیا کوئی عاقل یہ بات کہ سکتا ہی کہ ہرگاہ کتب طبیہ واسطے
علاج امراض سکے کافی و وافی ہین تو احتیاج طبیب تجربہ کار کی اصلا ثابت نہوئی
الحق جس طرح مرتبہ صحت کو پونچانا مریض کا انھین کتب طبیہ کے نسخون کے استعمال
سے کام طبیب کا ہی اسیطرح راہ سلوک پر چلانا اور مقصود اصلی کو پونچانا ساتھہ
پیروی کرانے اسی کتاب وسنت سکے کار خاص ہی پیر طریقت کا اطبا
حکماے جسمانی ہین اور پیران طریقت حکماے روحانی و نفسانی جس طرح
اونکو درک و تشخیص امراض جسمانی مین مرتبہ حذاقت ہی اسیطرح انکو درک و تشخیص
امراض نفسانی مین کمال ہی دستگاہ ولیاقت ہی دیکھو جس طرح کوئی عالم و
عاقل باوجود جاننے مطلب کتب طبیہ سکے علاج اپنے مرض کا بدون رجوع
طرف طبیب لبیب سکے نہین کرسکتا اور اگر کریگا تو خوف ضرر بیشتر ہوگا اسیطرح
کوئی عالم و عاقل باوجود جاننے مطالب کتاب وسنت سکے علاج امراض
باطن کا بدون رجوع طرف پیر رہنما کے ممکن نہین کہ کرسکے اور اگر کریگا تو خوف
ضرر بیشتر ہوگا اگر باوجود کتب کافی و وافی کے معلم طریق کی ضرورت نہوتی تو
صرف کتاب ہی واسطے ہدایت سکے کافی ہوتی احتیاج سنت یعنی ہدایات
خاصہ نبی کی کیا تھی علاوہ اسکے اگر باوجود کتاب وسنت سکے درک و وصول
مدارج علیا کے واسطے احتیاج نفس فرات معلم کی کچھہ نہوتی تو باوصف موجود ہونے
کتاب وسنت سکے تابعین مرتبہ صحابہ کو اور تبع تابعین مرتبہ تابعین کو کیون نپونچتے ہیوا اذن
صحابہ رضی اللہ عنہم خاصتہً افضل اکمل اور تمام امت سے کس واسطے ہوتے کتاب وسنت
جسطرح آنحضرت سکے وقت مین تھی بعد آن حضرت سکے بھی باقی رہی بلکہ جمع

قرآن شریف اور تحقیق و تالیف احادیث منیف میں بعد آنحضرت صلعم کے تو اور بھی
زیادہ جوشش و کوشش وقوع میں آئی یا کتاب و سنت متفرق طور پر تھیں
یا ان دونوں سے فی صورت ترتیب و تکمیل و کھلائی لیکن چونکہ بعد وفات آنحضرت
کے فیض ذات خاص باقی نہ رہا و مراتب خاص صحابہ کے ہو گئے صرف کتاب
سنت سے اور ونکو ہرگز حاصل نہ ہوسکے سوال مرض و تشخیص امراض باطنی
اور شوائب نفسانی کیواسطے کیا کتب تصوف اور روایات اقوال و احوال بزرگان
طریقت کافی نہیں ہیں جواب جسطرح معالجات علوی خان و شفائی خان
وغیرہ اطباے نامی و گرامی کی احتیاج طبیب تجربہ کار دست سے بے پروا نہیں کرتی
اسیطرح کتب مسائل تصوف اور اقوال و احوال بزرگان طریقت بھی مستغنی احتیاج
پیر طریقت سے ہرگز نہیں ہیں مطالعہ کتب تصوف و اقوال و احوال بزرگان طریقت
مفید تو اس راہ میں البتہ ہے لیکن اصل سلوک کے واسطے صحبت پیر طریقت
ضرور چاہیئے غرض احتیاج پیر طریقت سے اس راہ میں کچھ چارہ ہی نہیں ہے
کتب معالجات میں تو بھی طرح طرح کے نسخے اور طرق علاج کے لکھے ہوئے ہیں
لیکن موافق مزاج اور کیفیت و مقدار مرض اور حالت مریض کے معجون یا
شربت تجویز کرنا اور علاج مناسب عمل میں لانا کار خاص ان کتب معالجات کا
نہیں ہے بلکہ یہ کام طبیب حاذق و تجربہ کار کا ہے بدون طبیب حاذق کے سرانجام
اس کام کا ممکن نہیں ہوتا اے عزیز یہ راہ بہت پر خطر ہے کہ دنیا اور نفس و شیطان
اور بہت سے جن و انس اور اور تمام تعلقات ماسوا جابجا اسمین واسطے رہزنی
کے بیٹھے ہوئے ہیں اور فلاسفہ اور دہریہ اور ملاحدہ اور اور انواع فرق

مخالفان طریق بھٹکانے اور دھوکا دینے کے واسطے ہر ہر قدم پر گذر رکھتے ہیں اور علاوہ اسکے اور بہت سے فرلات اور آفات اور عقبات پیش آتے ہیں پس بدون اقتدار رہبر کامل اور مقتداے واصل کے جانا اس راہ کا ہر قدم پر اندیشہ خطر اور خوف ضرر ضرور رکھتا ہے ؏ در سایۂ پیر شو کہ نابینائے اولی تر آنکہ با عصائے گردد + گاہی شود کوہ عجب را برہنرت تا پیر ترا چو کہربائے گردد + گر این بکنی کہ گفت عطار ترا + ہر رنج کہ میکشی ہبائے گردد + علما اور مشایخ اور بزرگان دین رحمہم اللہ تعالے اجمعین گویا اسبات پر اجماع و اتفاق رکھتے ہیں کہ بدون مرشد کامل کے کوئی شخص واصل بحق نہیں ہوتا مگر شاذ و نادر کہ اوس وصول شاذ و نادر محض کو بحکم النادر کالمعدوم جاننا چاہیے اور بھی مخفی نرہے کہ واردات شیطانی و نفسانی اور ملکی و رحمانی اس راہ میں راہرو طریقت پر اکثر ظاہر ہوتی ہیں اور ابتلا و استحانات گوناگون پیش آتے ہیں پس اون واردات سے آگاہ کرنے کے واسطے اور ابتلا و استحانات مین فرلتون سے روکنے اور بچانے کے واسطے پیر صاحب تصرف بلند نظر ضرور در کار ہے ؏ تا نیفتد بر تو مردی راگذر + از وجود خویش کی یابی خبر گر تو بشتی بہ تنہائی بسے + راہ نتوانی بریدن بے کسے + پیر باید راہ را تنہا مرو + از سر عمیان درین دریا مرو + چہارم مجاہدہ یعنی لڑنا نفس کے ساتھ ہر لمحہ اور ہر آن اور کوشش کرنا بذریعہ اعمال صالحہ کے یعنی جو جو امور واسطے انشراح صدر اور تزکیہ اور تصفیہ باطن کے ضرور ہین اون سبکو اختیار کرنا اور عمل مین لانا مثلاً روزہ رکھنا واسطے منکسر کرنے قوت شہویہ اور غضبیہ کے

کیونکہ اول قدم شہوات کا مرغوب چیزون کی خواہش کرنا ہے اور پھر آسکے
بڑھنے سے اقدام اور فسق وفجور دیا اور تمام پرخطر امور کے لازم آتا ہے تا آنکہ
انجام کار مین ہر برے کام پر دلیری کرنے کا انسان کو ایک لپکا سا ہو جاتا ہے
ان اسباب کو بھی جاننا چاہیے کہ انسان بسبب شہوت کے تو اپنے نفس
کے ساتھ برائی کرتا ہے اور بسبب غضب کے اور بندگان خدا کے ساتھ
برائی کرتا ہے اور بسبب ہوا کے خود حضرت خداوند جل وعلی کے ساتھ برائی
کرتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہوا ہے کہ الظلم ثلثۃ فظلم لا یغفر وظلم لا
یترک وظلم عسی اللہ ان یترکہ فالظلم الذی لا یغفر ہو الشرک باللہ والظلم الذی
لا یترک ظلم العباد بعضہم بعضاً والظلم الذی عسی اللہ ان یترکہ فہو ظلم الانسان
نفسہ الحق نتیجہ شہوت کا حرص ہے اور بخل اور نتیجہ غضب کا عجب ہے اور
تکبر اور نتیجہ ہوا کا کفر ہے اور بدعت اور ان چھ چیزون کے جمع ہونے سے
ساتوین چیز پیدا ہوتی ہے جسکا نام حسد ہے معاذ اللہ منہا لیس طالب کو ان سب
برائیون کا لحاظ خوب طرح رکھنا چاہیے اور کم کھانا کم بولنا کم سونا استغفار
بہت پڑھنا ہمیشہ ذکر مین مشغول رہنا طہارت پر ملتزم ہونا نماز کی حفاظت کرنا
اوراد ماثورہ وغیرہ کو جسطرح اور جسوقت پیر طریقت نے ادا کرنے کی تعلیم کی ہو
اوسیطرح بلا فرق سر مو ادا کرنا یعنی ہر چیز کو جس موقع پر کرنا ضروری ہے اوسکو بہ انکر
اور دھیان لگاکر بجالانا یہ باتین ضروریات سلوک طریق سے ہین اے عزیز
خداوند عالم نے اپنے کلام پاک مین ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات فرمایا ہے بیان ایمان مقید و مقترن
ساتھ عمل صالح ہی کے جابجا قرآن شریف مین آیا ہے اسی کا ایمان عمل صالح ہی سے قوت پاتا ہے عمل صالح

نورایمان کو دمبدم تیز کرتا ہی اور بڑھاتا ہی یہان تک کہ افزونی نورایمان سے
ظلمات حجاب کے بالکل دل سے دور ہوجاتے ہین اور جملہ اعضا اور قوی کو یہ نور
گھیر لیتا ہی تاآنکہ شرح صدر اوس سے حاصل ہوتا ہی اور شرح صدر باعث ہوتا ہی
واسطے دریافت کیفیت جزئی وکلی حق دباطل کے اور انکشاف باقی تمام حقایق
ودقایق کے اتقوا فراستہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ عبارت اسی مقام باعزو احترام
سے ہی پس لازم ہی بندہ مومن کو کہ بجاآوری اوامر الٰہی مین جان ودل سے
مستعد رہے اور تمام منہیات سے جہان تک ممکن ہو بچا رہے یہان تک کہ
مشتبہ چیزون سے بھی ڈرتا اور پرہیز کرتا رہے کہ حصول مرضیات خدا اور وصول
ایسے مدارج علیا کا مجاہدہ ہی پر منحصر ہی طریق مجاہدہ راہ خاص محبین کا ہی جن
بندگان خاص پر مجاہدہ سے راہ معرفت کھلتی ہی اہل سلوک اونکو محبین کہتے ہین
اور سوا محبین کے ایک فرقہ محبوبین کا ہی محبوبین وہ لوگ ہین کہ حق تعالے
جل شانہ اونکو اول شناساے معرفت کرتا ہی اور پیچھے شوق مجاہدہ اون کے
دل مین ڈالتا ہی یہ مرتبہ اعلے مدارج قرب وکمال ہی واسطے بندگان خاص کے
پہنچیم توفیق یعنی آسان ہونا حرکت کا طرف صواب کے اور بہم پہونچنا
اسباب حصول سعادت کا تھوڑے مین یہ محض عنایت ایزدی سے تعلق
رکھتا ہی لہذا محتاج ہی طرف استعانت یعنی مدد مانگنے کی خداوند تعالے سے
کیونکہ حکیم علی الاطلاق نے بمقتضاے حکمت بالغہ برآمد مطالب طالب کو موقوف
اوپر التجا اور زاری اور تضرع واشکباری کے رکھا ہی اور بظاہر حکمت اسمین یہ ہی
کہ نفس طالب ذلیل وخوار ہو اور مانگنے کی رسوائی سے تکبر کی گنجایش باقی نرہے

پس لازم ہے طالب کو کہ طلب توفیق خداوند نعم الرفیق سے کسی وقت غفلت نکرے اور شب و روز مشغول تضرع و زاری رہکر ایک قدم بھی اس راہ مین بے طلب توفیق خداوند نعم الرفیق کے نہ دھرے اور ثمرہ طلب توفیق کا مجاہدہ سے ظاہر ہوتا ہے لقولہ تعالے والذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا اگر طالب صادق کہ ہمت مضبوط باندھکر شکستگی اور عجز و الحاح کے ساتھ کوشش اس راہ مین کرتا ہے تو مدد توفیق خداوند عزیز رفیق طریق ہوکر ناکام ہونیل مرام اوسکو ہرگز نہیں ہوتا ہے

خاتمۃ الطبع الحمد للہ و المنۃ کہ حصہ اول کتاب مستطاب انتساب مسمیٰ تقویم السعادت و تعلیم العبادت کا جو کہ بیان اصول ایمان مین ایک عمدہ حصہ نافعہ ہے منجملہ پانچ حصون ارکان خمسہ اسلام یعنی ایمان نماز روزہ حج زکوۃ کے تصنیف لطیف عالم سعید فاضل نقید المثیل قاطع مبانی شرک و بدعت رافع اعلام فرض و سنت مقبول بارگاہ خالق کونین جناب مولوی سید محمد معظم حسین خان صاحب بہادر جج عدالت کشتیا وغیرہ باہتمام عاجز خاکسار زرہ بمقدار محمد یعقوب منصرم مطبع نظامی بتاریخ ۷ شوال ۱۲۹۳ ہجری مطبع نامی نظامی جناب خانصاحب والامناقب محمد عبد الرحمن خان صاحب واقع کانپور مین چھپکر طیار ہوا انشاء اللہ تعالے بقیہ چار حصہ بھی اس کتاب کے عنقریب طیار ہوکر شایع ہون گے

	قطعہ تاریخ از منصرم مطبع	

شد و طبع چون حصہ اولین		ہمین شہنشاہ و بدر و حنین
ز یعقوب شد سال طبعش عیان		زہے طبعزاد معظم حسین
		۱۲ ۹۳